مَنَازِلُ السَّائِرِيْنَ
اِلَی الْحَقِّ عَزَّشَانُہٗ

مسافرانِ حق کی منازل

مصنف:
فقیہ حنبلی، مفسر، صوفی ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ
متوفی ۴۸۱ھ

تصحیح وارشاد:
نور دیدۂ قبلۂ عالم مہاروی صاحبزادہ میاں محمد ہاشم صاحب منگھیروی دامت برکاتہ

مترجم: پروفیسر افتخار احمد حمید
فاضل بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان

نام کتاب	مسافران حق کی منازل
مصنف	صوفی ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	پروفیسر افتخار احمد حمید
سال اشاعت	جولائی 2019ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ملنے کے پتے

کاشانہ استاد عبد الرحیم

متصل مسجد نور خواجہ شمس الاسلام

موضع مکرمی (وادیٔ سون) ضلع خوشاب

0302-7547717

جامعہ شیخ الاسلام، مسجد یارسول اللہ

سبزہ زار، ایچ بلاک، ملتان روڈ لاہور

0312-4552892

فہرست مضامین

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ ط

ارمغانِ نسبت

بحضور زینت مشائخ نائب شیخ الاسلام، امیر شریعت

الحاج الحافظ محمد حمید الدین سیالوی

اَدَامَ اللّٰہُ اِظْلَالَ بَرَکَاتِہٖ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ وَحَیَاتِہٖ

مصنف کون؟

شاہِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت وعنایت نے کسی کو محروم نہ چھوڑا اور دلِ نیاز پیش کرنے والوں کی آبرو رکھنا انہیں پہ ختم ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا نے خدمتِ میزبانی کیا پیش کی کہ دونوں جہاں میں نام کما لیا۔ آج استنبول میں لوگ سلطان ایوب کہہ کے پکارتے ہیں اور شاہانِ وقت سر جھکائے سلام پیش کرتے ہیں اور ان گنت اعزازات کے علاوہ ایک صلہ یہ بھی مِلا کہ صدیوں بعد نسل میں ابواسماعیل عبداللہ جیسا مردِ خدا پیدا ہوا۔

مصنف کا سلسلۂ نسب

ابواسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور بن مت انصاری (المکتبۃ الاسلامیہ ویب)

ولادت: ۳۹۶ھ، ۱۰۰۶ء

وصال؛ ۴۸۱ھ، ۱۰۸۹ء

جائے سکونت

ہرات۔ آج کل یہ کشورِ افغانستان کا مغربی شہر ہے۔

شیخ عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ) کا کہنا ہے کہ ابومنصور مت فرزندِ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا خلیفۂ سوم سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا کے زمانے میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا کے ہمراہ خراسان چلے آئے تھے۔ اور ہرات میں سکونت اپنالی تھی۔ اور آپ شیخ ابواسماعیل عبداللہ کے جدِ امجد ہیں۔ (نفحات الانس)

تعلیم وتربیت

صوفیء نامدار حضرت عمو رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پرورش پائی بعد میں یحییٰ بن عمار اور طاقی سجستانی جیسے نابغۂ روزگار اساتذہ سے قرآن وحدیث پڑھتے رہے۔ بچپن ہی سے زبان

گویا، طبع توانا اور ادبیاتِ فارسی اور عربی میں حیران کن حد تک مہارت تھی لہٰذا ہمدرس رشک اور بعض حسد کی نگاہ سے دیکھتے۔ جوانی میں علومِ دینیہ بالخصوص حدیث اور فقہ حنبلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خود کہتے ہیں میں صبح علومِ دینیہ پڑھتا دن کو ایک ادیب کے پاس جاتا اور رات کو علمِ حدیث میں مصروف ہو جاتا میرے پاس کھانے کا وقت نہ ہوتا تھا میری والدہ منہ میں نوالے ڈالتی جاتیں اور میں حدیث شریف لکھتا جاتا۔ ہزاروں احادیث اور لاکھوں اسانید یاد تھیں۔ اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تو طلبا کو املاء کروادیتے۔

خانقاہ سے باہر دیدہ زیب لباس پہنتے، اہل دنیا سے کنارہ کش رہتے، جو مال و دولت آتا تقسیم فرمادیتے، وزیروں اور حکمرانوں کے تحائف قبول نہ کرتے، ان جیسے لوگوں کی ذرا پروانہ کرتے اور اسی وقت ایک مفلس طالبِ حدیث کی قدر افزائی فرمارہے ہوتے۔

دو بار حج کیا ایک بار براستہ رَے اور دوسری بار بغداد گئے سفرِ حج میں ہی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا! (پروردگار چہ در حجاز و چہ در خوارزم حاضر است) یعنی حجاز ہو یا خوارزم ذات خدا ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

خود اپنے بارے میں کہتے ہیں! عبداللہ بود مردِ بیابانی میرفت بطلبِ آبِ زندگانی کہ ناگاہ رسید بہ ابوحسن خرقانی چنداں کشید آبِ زندگانی کہ نہ عبداللہ ماند نہ خرقانی۔

عبداللہ ایک بیابانی شخص تھا زندگی کے لیے پانی طلب کرنے نکلا کہ اچانک ابوحسن خرقانی کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور زندگی کا پانی اس طرح کشید کیا کہ عبداللہ رہا نہ خرقانی رہا۔

اس خونی جگر انسان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے کی پاسداری اس طرح نبھائی کہ آپ خداتعالیٰ سے اپنی مناجات میں یوں عرض کرتے ہیں

چوں آتش فراق داشتی آتش دوزخ چرا افراختی

الٰہی! جب تیری آتش فراق ہے تو آتش دوزخ کیوں جلا رکھی ہے؟

آپ کی عربی و فارسی میں درج ذیل کتب موجود ہیں۔

Scanned with CamScanner

فارسی کتب: مناجات نامہ، نصائح، زاد العارفین، کنز السالکین، ہفت حصار، الٰہی نامہ، محبت نامہ، قلندر نامہ، رسالہ دل وجان، رسالۂ اردات، صد میدان، رسالہ مناقب امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

عربی کتب: انوار التحقیق، ذم الکلام، منازل السائرین، کتاب الفاروق، کتاب الاربعین۔

اور آپ کے ہاتھوں میں موجود منازل السائرین کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے بدایات (ابتدائی باتیں)، ابواب، معاملات، اخلاقیات، اصول، ادویات احوال، ولایات، حقائق، نہایات (آخری منازل)۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے تحت دس دس ابواب ہیں گویا مجموعی طور پر ان کی تعداد ۱۰۰ ہوگئی اور ہر باب میں تین تین درجات بیان کیے گئے پہلا عوام، دوسرا خواص اور تیسرا خاص ترین لوگوں کا درجہ۔

میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اس ترجمے کی تکمیل کیونکر اور کیسے ہوئی؟

یہ نازنینِ پیرسیال، دلدادۂ شاہ سلیمان و پیرانِ چشتیہ اور نورِ نظر قبلۂ عالم مہاروی صاحبزادہ میاں محمد ہاشم منگھیروی دامت برکاتہم کی ظاہری و معنوی عنایت تھی کہ ایسا ہو گیا۔ آپ کے حکم سے ترجمہ شروع کیا اور اسی برکت سے یہ کام آسان ہوتا گیا۔

پھر مجھے اپنی نااہلی کا احساس نہیں بلکہ یقین تھا لہٰذا اسی سال ماہِ رمضان میں اصلاحِ اغلاط کے لیے مسودہ لے کر حاضرِ خدمت ہوا اور مقصد حل کرنے کے لیے تقریباً پانچ دن وقت لیتا رہا۔ اس قحطِ رجال کے زمانے میں اس جیسے موضوع کی کتاب کے ترجمے کی اصلاح کے لیے کوئی ملنا مشکل تھا اور پھر مل جاتا تو اس حسنِ ادا سے شفقت نہ کر پاتا۔

للہ المنّۃ والجزاء

یہ کہتے مجھے شرم تو آ رہی ہے لیکن میرے اللہ!

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریکِ زمرۂ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

الٰہی! خیر گردانی بحقِ شمس دیں، فخری ونوری وسلیمانی

افتخار احمد حمید: مکرّمی وادئ سون ضلع خوشاب

خطبة الکتاب

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

قال الشیخ ابو اسمٰعیل عبداللّٰه بن محمد الانصاری الهروی رحمه اللّٰه تعالیٰ
الحمد للّٰه الواحد الصمد اللطیف القریب المهیمن السمیع المجیب الذی أَمْطَرَ سرائرالعارفیْن کرائم الکلم مِن غَمَائِم الحِکَمِ وَالْاَحَ لَهُمْ لَوَائِحَ القِدَمِ فِی صَفَائِحِ العَدَمِ وَدَلَّهُم عَلیٰ اَقْرَبِ السُبُلِ اِلَی الْمَنْهَجِ الْاَوَّلِ وَ رَدَّهُمْ مِنْ مِفْرَقِ الْعِلَلِ اِلیٰ عَیْنِ الْاَزَلِ وَبَثَّ فِیْهِمْ ذَخَائِرَهٗ وَاَوْدَعَهُمْ سَرَائِرَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لا اله الا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ الْاَوَّلُ الْآخِرُ الظاهرُ الباطنُ الَّذی مَدَّظِلَّ التکوین عَلَی الخَلِیْقَةِ مَدًّا طَوِیْلًا ثُمَّ جَعَلَ شَمْسَ التَّکْوِیْنِ لِصَفْوَتِهٖ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضَ ظِلَّ التَّفْرِقَةِ عَنْهُمْ اِلَیْهِ قَبْضًا یَسِیْرًا وَصَلَوَاتُهٗ وَسَلَامهٗ عَلیٰ صَفِیِّهِ الَّذِیْ أَقْسَم بِه فی اِقامة حَقِّهِ مُحَمَّد وَاٰلِهٖ کَثِیْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ جَمَاعَةً مِن الراغبین فی الوقوفِ علیٰ منازل السائرین اِلَی الحقِ عزّاسمهٗ من الفقراءِ من اهلِ القِراءةِ والغُرَباء، طَالَ عَلَیَّ مَسْاءَ لَتُهُمْ زَمَانًا اَنْ أُبیّنَ لهم بَیَانًا، لیکونَ علیٰ معالِمِهَا عُنْوَانًا فَأَجَبْتُهُمْ بَعد اِستخارتی اللّٰهَ تعالیٰ واستعانتی به وسَألونی ان اُرَتِّبَ ترتیبا یشیر الیٰ توالیها ویدل علَی الفروع التی تلیها وان اخلیه من کلام غیری واختصره لیکون الطف فی اللفظ واخف فی الحفظ۔ وانی خفت ان اخذت فی شرح قولِ ابی بکر الکتانی اَنّ بین الحق والعبد الف مقام من النور والظلمة طوّلت علیّ و علیهم فذکرت ابنیة تلک المقامات التی تشیرالیٰ تمامها وتدلّ علیٰ مواقعه وارجولهم بعد صدق قصدهم ما قال ابوعبد اللّٰه البسری ان للّٰه عبادا یریهم فی بدایاتهم ما فی نهایاتهم ثم انی رتبت لهم فصولا وابوابا یُغنی ذٰلک الترتیب عن التطویل المؤدی الَی الملال ویکون مندوحةعن التساؤل فجعلتهٗ مأة مقامٍ مقسومةٍ علیٰ عشرة أقسام وقد قال الجنید قد ینقل العبد من حال الیٰ حال ارفع منه وقد بقی علیه من التی نقل عنها بقیةٌ فیشرف

علیها من الحالة الثانیة فیصلحها وعندی وأنّ العبد لا یصح لهٗ مقام حتّٰی یرتفع عنه ثم یشرف علیه فیصححهٗ۔

واعلم أنّ السائرین فی هٰذه المقامات علیٰ اختلاف عظیم مفظع، لا یجمعهم ترتیب قاطع ولا یقفرهم منتهی جامع وقد صنف جماعة من المتقدمین والمتأخرین فی هذا الباب تصانیف غیر انّها لا نراها أو اکثرها علیٰ حسنها مغنیة کافیة۔ منهم من اشار اِلَی الاصول ولم یشف بالتفصیل ومنهم من جمع الحکایات ولم یلخصها تلخیصا ولم یخصص النکتة تخصیصا ومنهم من لم یمیّز بین مقامات الخاصة وضرورات العامة ومنهم من عدّ شطح المغلوب مقاما وجعل بوح الواجد ورمز المتمکن سببا واکثرهم لم ینطق عن الدرجات۔

واعلم أنّ العامة من علماء هذه الطائفة اتفقوا علیٰ أنّ النهایات لا تصح الّا بتصحیح البدایات کما أنّ الابنیة لا تقوم الا علَی الاساسات، وتصحیحُ البداياتِ هو اقامةُ الامرِ علیٰ مشاهدةِ الاخلاصِ ومتابعةِ السنة وتعظِیم النهی علیٰ مشاهدةِ الخوفِ ورعایةِ الحرمة والشفقةِ علَی العالَم ببذلِ النصیحةِ وکفِّ الاذیة ومجانبة کلِّ صاحبٍ یفسد الوقت وکل سببٍ یُفْتِنُ الْقَلْبَ عَلیٰ أنّ الناس فی هذا الشان ثلاثةُ نفرٍ رجل یعمل بین الخوفِ والرجاء شَاخِصًا اِلَی الحبّ مَعَ صُحْبَةِ الحِیَاءِ فهٰذا هو الّذی یُسَمّٰی المرید ورجل مختَطِفٌ مِن وادی التفریق اِلٰی وادی الجَمَع وهو الّذی یقال لهٗ المراد۔ ومن سواهما مدّعٍ مفتونٌ مخدوعٌ۔

وجمیعُ هٰذهِ المقامات یَجمعُها رتبٌ ثَلاث، الرتبةُ الاولیٰ أخذُ القاصِد فی السیرِ والثانیة دخولُهٗ فی الغربة والرتبة الثالثة حصولهٗ علَی المشاهدة الجاذبة اِلیٰ عین التوحیدِ فی طریقِ الغناء وقد أخبرنا فی معنی الرتبة الاوّل الحسین بن محمد بن علی الفرائصی أخبرنا احمد بن محمد بن حسنویه أخبرنا الحسین بن ادریس الانصاری أخبرنا عثمان بن ابی شیبه حدثنا محمد بن بشر العبدی حدّثنا عمر بن راشد عن یحییٰ بن أبی کثیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول

اللهﷺ سِيرُوا سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قِيلَ يَا رَسولَ اللهِ ما الْمُفَرِّدُونَ؟ قال المهتزّون الّذين يهتزّون فى ذكر الله، يضع الذكر عنهم أثقالهم فيأتون يوم القيامة خفافاً۔ وهٰذا حديث حسن لم يروه عن يحيىٰ بن كثير الا عمر بن راشد اليمانى وخالف محمد بن يوسف الفريابى فيه محمد بن بشر العبدى فرواه عن عمر بن راشد عن يحيىٰ بن أبى سلمة عن أبى الدرداءِ موقوفاً والحديث انّما هو لابى هريرة رضی اللہ عنہ رواه بندار بن بشار عن صفوان بن عيسىٰ عن بشر بن رافع اليمانى امام اهل نجران ومفتيهم عن عبدالله بن عمر عن ابى هريرة مرفوعا واحسنها طريقة وأجودها سندا حديث العلاء بن عبدالرحمٰن عن ابيه عن ابى هريرة عن النبىﷺ وهو مخرج فى صحيح مسلم وروى هٰذا الحديث اهل الشام عن ابى امامة مرفوعا قال فى كلّها (سبق المفرّدون) واخبرنا فى معنى الدخول فى الغربة حمزة بن محمد بن عبدالله الحسينى بطوس قال أخبرنا ابو القاسم عبدالواحد بن احمد الهاشمى الصوفى قال سمعت ابا عبدالله علان بن زيد الدينورى الصوفى بالبصرة قال سمعت جعفر الخالدى الصوفى قال سمعت الجنيد قال سمعت السرى عن معروف الكرخى عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن على كرّم الله وجههٗ الكريم عن رسول الله ﷺ قال طلب الحق غربة ـ هٰذا حديث غريب ما كتبناه غالبا الا من روايةعلان واخبرنا فى معنى الحصول على المشاهدة محمد بن على بن الحسين الباسانى حدثنا محمد بن اسحاق القرشى حدثنا عثمان بن سعيد الرازى حدثنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد عن مطر الوراق عن ابى بريدة عن يحيىٰ بن يعمر عن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنهما فى حديث سوال جبريل رسول الله ﷺ قال ما الاحسان؟ قال ان تعبدالله كانّك تراه، فان لم تكن تراه فانهٗ يراك۔ هٰذا حديث صحيح غريب أخرجهٗ مسلم فى الصحاح وفى هٰذا الحديث اشارة جامعة لمذاهب هٰذه الطائفة وانى مفصل لك درجات كل مقام منها لتعرف درجة العامة منهم ثم درجة السالك ثم درجة المحقق ولكل منهم شرعة ومنهاج ووجهة هو مولّيها،

وقد نصب لهٗ علم هو اليه مبعوث وأتيح لهٗ غاية هو اليها محثوث وأنا اسأل الله تعالىٰ أن يجعلني في قصده مصحوبا محجوبا وأن يجعل لي سلطانا مبينا انه سميع قريب۔

واعلم انّ الاقسام الّتي ذكرتها في صدر الكتاب هي قسم البدايات ثم قسم الابواب ثم قسم المعاملات ثم قسم الأخلاق ثم قسم الاصول ثم قسم الادوية ثم قسم الاحوال ثم قسم الولايات ثم قسم الحقائق ثم قسم االنهايات۔

فامّا قسم البدايات فهو عشرة ابواب وهي اليقظة و التوبة والمحاسبة والانابة والفكر والذكر والاعتصام والفرار والرياضة والسماع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتہائی جلیل القدر شیخ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی نے کہا۔

سب تعریفیں اللہ واحد و یکتا کے لیے ہیں جو قائم رکھنے والا بے محتاج، لطف فرمانے والا، قریب، نگہبان، سننے والا اور دعا قبول فرمانے والا ہے۔

اس نے حکمت کے بادلوں سے عارفین کے لیے رازوں سے بھری باعزت کلمات کی بارش برسائی اور عدم کی تختیوں میں لوائح قدم (ذاتِ حق کے انوار) کو روشن کیا اور راہِ اوّل کی طرف قریب ترین راستے کی راہنمائی فرمائی اور علتوں کی فرق گاہ (جہانِ رنگ و بو) سے عینِ ازل کی طرف لوٹایا۔

پھر ان ہدایت یافتہ لوگوں میں اپنے خزانوں کو ڈال دیا اور انہیں اپنے راز ودیعت فرمائے اور گواہی دی کہ اللہ لاالٰہ الاّھو وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہی اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے۔ اسی نے مخلوق پہ سایۂ تکوین کو پھیلایا اور پھر اپنے آفتابِ قدرت کو مخلوق سے خالص محبت کی دلیل بنایا اور ان سے سایۂ تفرقہ (رنگارنگ تجلیاتِ ظہور) کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اور اللہ کی بے حد رحمتیں اور سلام اس برگزیدہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کے حق میں اس نے قسمیں فرمائیں اور ان کی آل پر۔

اہلِ مطالعہ فقراء وغربا کی ایک جماعت جو سائرینِ حق تعالیٰ عزّ اسمہ کی منازل سے واقفیت کے خواہاں تھے عرصۂ دراز سے مجھے کہہ رہے تھے کہ ان منازل کو بیان کروں تا کہ ان کی بلندیوں کا کوئی نہ کوئی عنوان قائم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے استخارہ اور استعانت کے بعد میں نے ان کی بات کو مان لیا۔ اور انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ تحریر یوں سلسلہ وار مرتب کروں کہ اپنی متعلقہ فروعات کی بھی نشاندہی کرے۔ اور اس میں کسی اور کا کلام بھی نہ ہو نیز ہو بھی مختصر جو لفظوں میں پر لطف اور یاد کرنے میں آسان ہو۔

مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے ابوبکر کنانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان ''اللہ اور بندے کے درمیان نور و ظلمت کے ہزار مقامات ہیں'' کی تشریح شروع کر دی تو ہم سب کے لیے یہ کام بڑا طویل ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نے ان مقامات کی بنیادی بنیادی باتوں کو ذکر کر دیا جو تمام کی طرف اشارہ کر دیں اور ان کی جگہوں کی طرف راہنمائی کر دیں۔

اور اپنے ساتھیوں کے حق میں ان کے صدقِ ارادہ کی بدولت ابوعبداللہ البسری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا امیدوار ہوں ''اللہ اپنے بعض بندوں کو شروع شروع میں وہ کچھ دکھا دیتا ہے جو ویسے تو انتہا میں دیکھنا ہوتا ہے''۔

میں نے چند فصول اور ابواب کو یوں مرتب کیا ہے کہ موجبِ ملال (تھکا دینے والی) طوالت کی ضرورت ہی نہ رہے اور اس ترتیب کی وجہ سے سوالات کی گنجائش نہ رہے۔

اور میں نے سو مقامات بیان کیے ہیں جن کی دس اقسام ہیں۔

اور حضرت جنید کا قول ہے ''بندے کو ایک حال سے دوسرے بہتر حال کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور ابھی گزشتہ حال کا کچھ اثر باقی ہوتا ہے پھر اس دوسری حالت میں آنے کے بعد جب وہ اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی اصلاح کر لیتا ہے''۔

میرے نزدیک بات اس طرح ہے کہ بندے کے لیے کوئی مقام صحیح نہیں حتیٰ کہ وہ اس سے بلند ہو کر اسے دیکھے اور پھر اس کی اصلاح کر لے۔

ان مقامات کے رہرو اپنے اپنے کئی انداز رکھتے ہیں انہیں کوئی حتمی ترتیب یکجا نہیں کرتی اور کوئی جامع انتہا ختم نہیں کر پاتی۔ متقدمین و متاخرین نے اس بارے میں کئی تصانیف لکھی ہیں لیکن وہ تفصیلاً شفا بخش نہیں بعض نے صرف اصول کی طرف اشارہ کیا ہے اور تسلی بخش تفصیل بیان نہیں کی۔ بعض نے حکایات کو جمع کیا ہے اور ان کی تلخیص نہیں کی اور نکتے کی بات کی تخصیص بھی نہیں کی، بعض نے خواص کے مقامات اور عوام کی حاجات میں فرق نہیں کیا۔ اور بعض نے مغلوب (مغلوب الحال) کی شطحیات (عالم مدہوشی کے اقوال) کو مقام خیال کیا ہے۔ اور گوہرِ مراد کو پالینے والے کے راز کو ظاہر کرنے اور قرار پزیری سے شادکام شخص کا اشاروں اشاروں میں بات کرنے کو ایک جیسا سمجھا۔ اور اکثریت نے تو درجات کے بارے میں گفتگو تک نہ کی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ سبھی کہتے ہیں کہ انجامِ کار تبھی درست ہوں گے جب ابتدائی امور درست ہوں جیسا کہ عمارتیں اپنی اساسوں پر بنتی ہیں۔

تصحیح بدایات (ابتدائی امور کی تصحیح)

اس سے مراد ہے کہ معاملے کا قیام مشاہدہ، اخلاص، سنت کی پیروی، مشاہدۂ خوف اور رعایتِ حرمت کی وجہ سے تعظیم نہی پر ہو اور جہاں بھر کے لیے خلوص کے ساتھ شفقت کا اظہار کیا جائے اور اذیت رسانی نہ کی جائے۔

اور ہر ایسا ساتھی جو فسادِ وقت کا سبب بنے اور ہر سبب جو دل کو فتنے میں مبتلا کر دے اس سے دامن چھڑا لیا جائے۔ اس معاملے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں۔

۱۔ ایسے افراد جو خوف و رجا میں عمل کرتے ہیں اور پیاروں کی سنگت میں سوئے محبت پر کشاں رہتے ہیں انہیں مرید کہا جاتا ہے۔

۲۔ ایسے افراد جنہیں وادئ تفریق سے وادئ جمع کی طرف اچک لیا جاتا ہے (بکھری ہوئی تجلیاتِ ظہور کی حقیقت ان کے لیے روشن کر دی جاتی ہے اور انہیں ہر سو جلوہ حق کا دلربا راج دکھائی دیتا ہے) انہیں مراد کہا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

۳۔مذکورہ بالا دو اقسام کے علاوہ لوگ جھوٹے دعویدار اور فریب خوردہ ہیں۔
مزید برآں یہ کہ جملہ مقامات ان تین مرتبوں میں داخل ہیں۔
۱۔قاصد کا راہ پہ گامزن ہونا
۲۔اس کا غربت (اجنبی مسافت) میں داخل ہونا
۳۔ایسے مشاہدے کا حصول جو فنا کے راستے سے گزار کر عینِ توحید کی طرف لے جائے

۱۔ پہلا رتبہ

اس بارے میں بسلسلۂ روایت حسین بن محمد بن علی فرائضی، محمد بن حسنو یہ، حسین بن ادریس انصاری، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن بشر عبدی، عمر بن راشد، یحیٰ بن ابی کثیر ابی سلمہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جلدی چلو کہ مفرّ دُون سبقت لے گئے۔عرض کیا گیا کہ مفرِّدُون کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو بشوق و رغبت ذکرِ خدا میں مشغول رہنے والے ہیں ذکر نے ان کے بوجھوں کو اٹھا لیا ہے یہ روزِ قیامت ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے۔
حدیث ۹۴ (مسند ابی امیہ الطرسومی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے یحییٰ بن کثیر سے اسے صرف عمر بن راشد الیمانی نے ہی روایت کیا ہے۔

اور محمد بن بشر عبدی سے محمد بن یوسف الفریابی نے اختلاف کیا ہے انہوں نے عمر بن راشد پھر یحییٰ بن ابی سلمہ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔
تاہم یہ حدیث بسلسلۂ روایت بندار بن بشر صفوان بن عیسیٰ، بشر بن رافع الیمانی جو کہ اہلِ نجران کے امام و مفتی ہیں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔
اس حدیث کی سب سے احسن و عمدہ روایت علاء بن عبدالرحمٰن کی ہے جو کہ ان کے والد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیان کی ہے۔

اسے صحیح مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور اہلِ شام نے حضرت ابو امامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ ہر حدیث میں یہی کلمات مبارکہ ہیں: ''سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْن''۔

۲۔غربت کا مطلب

غربت میں داخل ہونے کا معنی بسلسلۂ روایتِ حمزہ بن محمد بن عبداللہ نے بمقام طوس، ابوالقاسم عبدالواحد بن احمد ہاشمی صوفی، ابوعبداللہ علان بن زید دینوری بمقام بصرہ، جعفر خالد صوفی، جنید بغدادی، سری سقطی، معروف کرخی، جعفر بن محمد پھران کے والد پھر ان کے دادا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''طَلَبُ الحقِ غربة'' (حق کی طلب کرنا غربت ہے)۔ یہ غریب حدیث ہے عام طور پر ہم نے اسے علان کی روایت سے ہی لکھا ہے۔

۳۔حصولِ مشاہدہ

بروایت محمد بن علی بن حسین الباسانی، محمد بن اسحاق القرشی، عثمان بن سعید الرازی، سلیمان بن حرب، حماد بن زید، مطر الوراق، ابی بردہ، یحییٰ بن یعمر

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیثِ جبریل علیہ السلام میں مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہوئے عرض کیا ''ماالاحسانُ؟'' احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث صحیح غریب ہے اسے مسلم نے صحاح میں روایت کیا ہے۔

اس طائفہ (سائرین حق تعالیٰ) کے مذاہب کے لیے اس میں جامع اشارہ ہے۔

میں ہر مقام کے درجات کو تفصیلاً بیان کروں گا تا کہ ان میں سے عام آدمی پھر سالک پھر محقق کا درجہ بھی پہچان لیا جائے۔ ہر ایک کی اپنی روش، راستہ اور سمت ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہے اور ایک پرچم منصوب ہے جس کی طرف جانے کی اسے توفیق دی گئی ہے۔

اور ہر کسی کے لیے ایک منزل بنا دی گئی ہے جس کے لیے اس کے دل میں تڑپ رکھ دی گئی ہے۔

اے بارِالٰہ! میں بھیک مانگتا ہوں کہ مجھے اس قصدِ راہ میں تیرا ساتھ نصیب ہو جائے، تو مجھے اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے اور میرے لیے واضح دلیل بنا دے۔

بے شک وہ سننے والا اور قریب ہے۔

میں نے آغازِ کتاب میں بدایات کی دس اقسام کو ذکر کیا ہے جو کہ بدایات و ابواب، معاملات، اخلاق، اصول، ادویہ، احوال، ولایات، حقائق اور نہایات ہیں۔

باب اليقظة قسم البدايات

قال الله تعالىٰ (قل انّما اعظكم بواحدة أن تقوموا الله) القومة لله هي اليقظة من سنة الغفلة، والنهوض عن ورطة الفترة، وهي اوّل ما يستنير قلب العبد بالحياة لرؤية التنبيه۔ واليقظة هي ثلاثة اشياء لحظ القلب اِلَى النعمة مع الياس عن عدّها، والوقوف علىٰ حدها، والعلم بالتقصير في حقها، والتفرغ الَى معرفة المنّة بها والثاني مطالعة الجناية والوقوف علَى الخطر فيها، والتشمير لتداركها، والتخلص من رقها، وطلب النجاة بتمحيصها والثالث الانتباهُ لمعرفة الزيادةِ والنقصانِ من الايام والتنصلُ عن تضييعها، والنظرُ الى الضنّ بها لتدارِكِ فَائِتها وتعمير باقيها۔ فأمّا معرفةُ النِعمة فانّها تصفُو بثلاثة أشياء بنور العقلِ، وشيمِ برقِ المنَّةِ والاعتبار بِأهلِ البَلاءِ وامّا مطالعة الجنايةِ فانّها تصح بثلاثةِ أشياءَ بتعظيم الحق، ومعرفةِ النفسِ، وتصديقِ الوعيدِ وامّا معرفةُ الزيادةِ والنقصانِ من الايام فانّها تستقيمُ بثلاثة اشياء بسماعِ العِلم، واجابةِ دواعي الخدمةِ وصحبة الصالحينَ، وَملَاكُ ذٰلك كلّه وجوب خلْعِ العاداتِ۔

2/2

بابِ یقظہ (بیداری)

حلِ لغت: لحظَ۔ گوشۂ چشم سے دیکھا، حدّالشیء۔ کسی چیز کی جامع ومانع تعریف المنّۃ۔ احسان، التّشمیر فی الامر۔ چستی کرنا، علی الامر۔ ارادہ کرنا، رقّا (ض) غلام ہونا یا رہنا۔ التنصل۔ نکالنا، الضن۔ وہ چیز جس میں بخل کیا گیا ہو، شیم (ض) بجلی کے چمکنے اور برسنے کی سمت کو دیکھنا، دواعی۔ اسباب۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ (سورہ سبا:46)

فرما دیجیے میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

خدا کی خاطر کھڑا ہونے کا مطلب ہے ''خوابِ غفلت سے بیداری اور سستی کے گڑھے سے اُٹھنا'' اور یہی وہ درجہ ہے جس میں تنبیہ کا نور دکھائی دینے سے بندے کا دل زندگی سے منور ہو جاتا ہے پہلا قدم ہے جو بندے کے دل کو ایسی زندگی بخشتا ہے جس سے نورِ تنبیہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

پہلی بات

۱۔ نعمتوں کو دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ان کے شمار کرنے سے مایوس ہو جانا۔

۲۔ نعمتوں کی واقفیت حاصل کرنا

۳۔ نعمتوں کے حق کی ادائیگی میں اپنی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور ان کے ذریعے کیے گئے احسان کی پہچان کی خاطر یکسو ہونا۔

دوسری بات

اپنے گناہ کو سامنے رکھنا، اس میں پائے جانے والے خطرے کو بھانپ لینا، اس کے نقصان کی بڑی چستی سے تلافی کرنا، اس کی غلامی سے نجات پانا اور اسے زائل کرتے ہوئے

نجات طلب کرنا۔

تیسری بات

گزشتہ دنوں میں ہونے والی کمی بیشی سے آگاہ رہنا، انہیں ضائع ہونے سے بچانا، ان میں غور وفکر کرنا تاکہ کھوئی گئی چیز کی تلافی کی جاسکے اور باقی دنوں کو آباد کیا جاسکے۔

یہ تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

ا۔نورِ عقل

۲۔احسان کی بجلی چمکنے اور برسنے کی سمت کا دیکھنا (جلوۂ حق کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہونے کا نام احسان ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرائیل میں اس طرف اشارہ ہے اور صاحب کتاب نے باب احسان میں لکھا ہے کہ یہ تمام ابواب حقائق کا جامع ہے اور اس کا درجۂ کمال یہ ہے کہ بندہ مشاہدے سے کبھی بھی زائل نہ ہونے پائے لہٰذا سالک کی منزلِ بیداری کا تقاضا یہ ہے کہ احسان کی بجلی کی چمک جس گھڑی نصیب ہونے لگے تو اس حاصل زندگی وقت کو اور اس سمت کو دل وجان سے عزیز بنالے)۔

۳۔اہلِ بلا کو دیکھ کر اپنی نعمت کا اندازہ لگانا۔

مطالعۂ جنایت (گناہ کا دیکھنا)

یہ بھی تین چیزوں سے ہوگا۔

ا۔حق کی تعظیم کرنا ۲۔اپنے نفس کو پہچاننا ۳۔وعید (ڈراوا) کی تصدیق کرنا۔

کمی بیشی کی معرفت (پچھلے دنوں میں کی گئی زیادتی ونقصان کی پہچان)

اس کا حصول بھی تین چیزوں سے ہے۔

ا۔علم کی بات سننا ۲۔خدمت کے مواقع سے فائدہ اُٹھانا

۳۔نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام بے فائدہ عادات کو ترک کر دیا جائے۔

باب التوبة

قال تعالٰی (وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) فَاَسْقَطَ اسمَ الظلمِ مِن التائبِ، والتوبةُ لا تَصِحُّ اِلّا بعد معرفةِ الذنبِ، وهی اَنْ تَنْظُرَ فی الذنب الٰی ثلاثة اشیاء اِلٰی انخلاعك عن العصمة حین اِتْیانهِ، وفرحكَ عِنْدَ الظَفرِ بِهِ، وَقُعُوْدِكَ الْاَصْرَارَ عَنْ تَدَارُکِهِ مَعَ تَفَیُّقِكَ بِنظرِ الْحق اِلیك۔ وَشَرائِطُ التَّوْبَه ثَلَاثَةُ اَشْیَاء النَدمُ وَالْاِعْتِذَارُ وَالْاِقْلَاعُ۔ وَحَقَائِقُ التَّوْبَةِ ثَلَاثَةُ اَشْیَاءِ تَعْظِیْمُ الْجَنَایَةِ، وَاِتْهَامُ النَّفْسِ فی التوبة، وطلب اعْذار الخلیقة۔ وسرائرحقیقة التوبةثلاثة اشیاءتمیز الثقة من الغرة، ونسیان الجنایة، والتوبة من التوبة أبدا، لانّ التائب داخل فی الجمیع من قوله تعالٰی (وتوبوا الی الله جمیعا ایّه المؤمنون) فامر التائبَ بالتوبة۔ ولطائف اسرار التوبة ثلاثة اشیاء اوّلها النظر الٰی الجنایة والقضیة فیعرف مراد الله فیها اِذْخَلَّاهُ واتیانها، فانّ الله تعالٰی انّما یخلّی العبد والذنب لأحد معنیین احدهما أن یَعْرِفَ عزّتهٗ فی قضائه، وبرّهٗ فی ستره، وحلمهٗ فی امهالِ راکبه، وَکرمهٗ فی قبوْل المعذرة منهِ، وفضلهٗ فی معرفته والثانی لیُقیمَ علٰی العبد حجّة عدله فیعاقبهٗ علٰی ذنبه بحجّته واللطیفة الثانیة أنْ یعلم ان طلب النصیر الصادق سیّئة لم تبق لهٗ حسنة بحال، لانّهٗ یسیر بین مشاهدة المنّة وتطلّب عیب النفس والعمل واللطیفة الثالثة أنّ مشاهدة العبدِ الحکم لم تدع لهٗ استحسان حسنة وَلا اِسْتِقْبَاحَ سَیِّئَةٍ لِصَعُوْدِهٖ مِن جمیع المعانی اِلٰی معنیَ الحکم۔ فَتَوْبَةُ الْعَامّة لِاسْتِکْثَارِ الطَّاعَةِ، فَاِنَّهٗ یَدْعُوْ الٰی ثلاثة اشیاء اِلٰی جُحُوْدِ نِعْمَةِ السِتْرِ وَالْاِمْهَالِ، ورؤیةِ الحقِ علَی الله تعالٰی، والاستغناء الّذی هو عین الجبروت، والتوثّب علٰی الله تعالَی، وتوبة الاوساط من استقلال المعصیة وهو عین الجرأة والمبارزة، ومحض التزین بالحمیّة والاسترسالِ للقطعیّة، وتوبة الخواص من تضییع الوقت فانه یدعو الٰی درك النقیصة ویطفئ نور المراقبة، ویکدّر عین الصحبة، ولا یتمّ مقام التوبة الا بالانتهاء

اِلیَ التوبۃ ممّا دون الحق، ثمّ رؤیۃ تلک التوبۃ، ثمّ التوبۃ من رؤیۃ العلۃ۔

بابِ توبہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الحجرات: 11)

اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

گویا تائب کو ظالمین سے نکال دیا۔ اور توبہ تب ہی صحیح ہوتی ہے جب گناہ کی پہچان ہو جائے اور گناہ کی پہچان کے لیے تین باتوں کا سامنے ہونا ضروری ہے

۱۔ گناہ کرتے وقت بندہ عصمت (پاک دامنی) سے نکل گیا تھا۔

۲۔ گناہ کرتے ہوئے مجرمانہ خوشی محسوس ہوئی تھی۔

۳۔ گناہ پر اصرار کرتے ہوئے اس کی تلافی سے رک جانا اس کے ساتھ ساتھ کہ حق تعالیٰ کی تیرے اوپر نظر ہونے کے باعث اس کی پناہ لینے کا خیال بھی ہو۔

شرائطِ توبہ

یہ تین ہیں ۱۔ شرمساری ۲۔ عذر چاہنا ۳۔ برائی سے بالکل قطع تعلق ہو جانا۔

توبہ کی حقیقتیں

یہ تین ہیں ۱۔ اپنے جرم کو بڑا سمجھنا ۲۔ اپنے نفس کو برائی کا ذمہ دار سمجھنا

۳۔ مخلوقِ خدا کے عذروں کو تلاش کرنا

حقیقتِ توبہ کے راز

یہ تین ہیں ۱۔ قابلِ بھروسا کو فریب دینے والی چیز سے جدا کرنا

۲۔ گناہ کا خیال تک بھلا دینا۔

۳۔ توبہ سے بھی توبہ کرنا کیونکہ تائب بذاتِ خود ان لوگوں میں ہے جنہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

اورتم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرواے وہ لوگو جو ایماندار ہو۔

اسرارِتوبہ کے لطائف: یہ تین ہیں

پہلا لطیفہ

انسان اپنے گناہ اور رسوائی کو دیکھ کر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ باری تعالیٰ نے اسے گناہ کرنے کی اجازت کیوں دی؟ کیونکہ باری تعالیٰ بندے اور گناہ کے درمیانی راستہ کو دو وجہ سے خالی کر دیتا ہے۔ تاکہ (۱) بندہ فیصلۂ خداوندی میں اس کے غلبے کو دیکھ لے، پردہ پوشی میں اس کی نیکی کو دیکھ لے، مہلت دینے میں اس کے حلم کو دیکھ لے اور عذر قبول کرنے میں اس کے کرم کو دیکھ لے اور ذات خدا کی پہچان میں اس کے فضل و کرم کو جان لے۔ (۲) باری تعالیٰ بندے پر اپنے عدل کی حجت قائم کر دے اور اسے گناہ پر حجت کے ساتھ سزا دے۔

دوسرا لطیفہ

اگر سچا مدد کا طلب گار کسی برائی کو طلب کرے تو اس کے لیے کسی حال میں اچھائی باقی نہ رہے کیونکہ وہ احسان کے مشاہدے اور اپنے نفس و عمل کے عیب کی طلب کے درمیان چل رہا ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفہ

بندہ جب (محبوب سے صادر شدہ) حکم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس میں اچھائی یا برائی کو نہیں دیکھتا بلکہ ان تمام باتوں سے گزر کر (پروانہ وار) معنیٔ حکم کی طرف چلا جاتا ہے

عوام کی توبہ: اس سے مراد یہ ہے کہ تائب اطاعت میں زیادتی کرے گا لیکن اس کے تین مطالب بن سکتے ہیں ۱۔ پردہ پوشی اور مہلت سے انکار ۲۔ اللہ تعالیٰ پر اپنا حق جتانا (کہ وہ معافی سے نواز دے) اور اس کی بے نیازی کو دیکھنا جو کہ عین جبروت ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرنا۔

متوسطین کی توبہ: ان کی توبہ یہ ہے کہ یہ لوگ نافرمانی کم کریں گے لیکن اس کے تین مطالب

بن سکتے ہیں۔ ا۔ یہ عین جرأت مندی کا اظہار اور مبارزت (مدمقابل کو طلب کرنا) ہے ۲۔ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے۔ ۳۔ گناہوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے نرم ہو جانا ہے۔

خواص کی توبہ: اس سے مراد یہ ہے کہ تضییع اوقات سے توبہ کی جائے کیونکہ اس طرح نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور یہ بات نورِ مراقبہ کو بجھا دیتی ہے اور چشمۂ صحبت کو گدلا کر دیتی ہے۔

المختصر: مقامِ توبہ اس وقت تمام ہوتا ہے جب حق کے علاوہ ہر چیز سے توبہ کر لی جائے پھر اس توبہ کی رؤیت سے بھی توبہ کر لی جائے بلکہ اس کی علت کی رؤیت سے بھی توبہ کر لی جائے۔

باب المحاسبة

قال الله تعالیٰ (يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) وانما يُسلك طريقُ المحاسبة بعد العزيمة علی عقد التوبة۔ والمحاسبة لها ثلاثة أركان احدها ان تقيس بين نعمته وجنايتك وهٰذا يشق علی من ليس له ثلاثة اشياء نور الحكمة وسؤ الظنّ بالنفس وتميز النعمة من الفتنة والثانی أن تميّزما للحق عليك ممّا لك اَوْ منك فتعلم أنّ الجنايه عليك حجّةٌ والطاعة عليك مِنّةٌ والحكمُ عليك حجّة ما هولك معذرة والثالث اَنْ تعرف اَنَّ كلّ طاعة رضيتها منك فهی عليك وكل معصية عبّرت بها أخاك فهی اِليك فلا تضع ميزان وقتك من يدك

بابِ محاسبہ (اپنا حساب لینا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (حشر:18)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر کوئی دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجا ہے''۔

عقدِ توبہ پر پختہ ارادے کے بعد ہی راہِ محاسبہ پر گامزن ہوا جاتا ہے۔ اور محاسبہ کے تین رکن ہیں۔

پہلا رکن: اللہ کی نعمت اور اپنے گناہ کا اندازہ لگا لینا۔ جس شخص میں درج ذیل تین خوبیاں نہ

ہوں یہ کام اس کے بس کا نہیں

۱۔نورِ حکمت ۲۔نفس سے بدگمانی ۳۔فتنے اور نعمت میں فرق کرنا

دوسرا رکن: یہ جان سکنا کہ حق تعالیٰ کے تیرے اوپر کیا حقوق ہیں ان میں سے جو تیرے لیے ہیں یا تیری طرف سے اس کے لیے ہیں۔ جو کچھ بندے کا اپنا حق ہے یا جو کچھ وہ کرسکتا ہے اس میں حق کی خاطر اس پر کیا واجب ہے۔ پھر از خود جان لیجئے گا کہ نافرمانی تمہارے خلاف حجت ہے اور (توفیقِ) طاعت تم پہ احسان ہے۔ اور بندہ اپنے پاس جو عذر رکھتا ہے حکم کا آجانا اس کے خلاف حجت ہے۔

تیسرا رکن: یہ جان لینا کہ اپنی طرف سے جس طاعت پر بندہ راضی ہوجائے وہ تو اس کے خلاف ہے اور جس معصیت کا اپنے بھائی کے بارے میں ذکر کرے وہ اسے بھی پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا بندے کے ہاتھ سے وقت کا پیمانہ نہ گرنے پائے۔

باب الانابة

قال الله عزّ وجلّ ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ الانابة ثلاثةُ اشياء الرجوع الَى الحق اصلاحًا كما رجع اليه اعتذارًا والرجوع اليه وفاء كما رجع اليه عهدًا والرجوع اليه حالا كما رجع اليه اِجابة۔ وانّما يستقيم الرجوع اليه اصلاحا بثلاثة اشياء بالخروج من التبعاتِ ، والتوجّع للعثرات، واستدراك الفائتات۔ وانّما يستقيم الرجوع اليه وفاء بثلاثة اشياء بالاخلاص من لذّة الذنب، وَبِتَرْكِ اِسْتِهَانَةِ اَهْلِ الغفلة تخوّفا عليهم مع الرجاء لنفسك وبالاستقصاء فى رؤية علل الخدمة وانّما يستقيم الرجوع اليه حالا بثلاثة اشياء بالاياس من عملك وبمعاتبة اضطرارك وبشيم برق لطفه بك۔

بابِ انابت (رجوع کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے (وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ) (زمر:54)

اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف۔

انابت تین چیزوں کا نام ہے۔ ا۔ اصلاح کرتے ہوئے رب کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ عذر کرتے ہوئے کیا تھا۔ ۲۔ وعدہ نبھاتے ہوئے رجوع کرنا جیسا کہ عہد باندھتے ہوئے کیا تھا۔ ۳۔ حالاً (اپنے عمل سے بھی) رجوع کرنا جیسا کہ زبانی طور پر کیا تھا۔

اصلاحاً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ خواہشاتِ نفسانی سے خروج

۲۔ لغزشوں پر افسوس

۳۔ کھوئی ہوئی چیزوں کا حصول

وفاءً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ لذتِ گناہ سے خلاصی

۲۔ اہلِ غفلت کو حقیر نہ سمجھنا البتہ ان کے بارے میں خوف کے ساتھ ساتھ اپنے بارے میں امید بھی رکھنا

۳۔ اسبابِ خدمت کی رویت میں انتہا کو پہنچ جانا۔

حالاً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ اپنے عمل پہ بھروسا نہ کرنا

۲۔ اپنی مجبوری کا معائنہ کرنا

۳۔ اپنی ذات پر اس کی مہربانی کی بجلیوں کی چمک کا دیکھنا۔

باب التفکر

قال اللہ تعالی ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ اعلم انّ التفكّر تلمّس البُغْيَةِ، وهو ثلاثة أنواعٍ فكرةٌ فی عینِ التوحیدِ و فکرةٌ فی لطائفِ الصنائعِ و فکرةٌ فی معانی الاعمالِ والاحوالِ۔ فامّا الفکرةُ فی عینِ التوحیدِ فهی اقتحامُ بحرِ الجُحُوْدِ وَلَا يُنْجِی منه الا الاعتصامُ بضیاءِ الکشفِ

Scanned with CamScanner

والتمسّكُ بالعلمِ الظاهرِ۔ واما التفكرُ فی لطائفِ الصنعِ فهو ماءٌ یَسقی زرعَ الحِکمةِ۔ واما الفکرةُ فی معانِی الاعمالِ والاحوالِ فهی تُسَهّلُ سُلُوكَ طریقِ الحقیقةِ۔ وانما یتخلّصُ من الفکرةِ فی عینِ التوحیدِ بثلاثةِ اشیاءَ بحسن النظرِ فی مبادی المتنِ وبالاجابةِ لدواعی الاشاراتِ وبالاخلاصِ من رِقّ اتیانِ الشهواتِ۔ وانما یُوقَفُ بالفکرةِ علی مراتبِ الاعمالِ والاحوالِ بثلاثةِ اشیاءَ باستصحابِ العلمِ واتّهامِ المرسوماتِ وبمعرفةِ مواقعِ الغیرِ۔

بابِ تفکُّر (غور وفکر کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (نحل)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے بیان کریں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

تفکر: اس سے مراد مقصود حاصل کرنے کے لیے بصیرت کا طلب کرنا ہے۔

اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ عینِ توحید میں غور وفکر کرنا

۲۔ کاریگری کے لطائف میں سوچنا

۳۔ اعمال واحوال کے معانی میں سوچنا

۱۔عینِ توحید میں سوچنا:

یہ انکار کے سمندر کی گہرائی میں چلے جانا ہے اور اس سے بچاؤ کا صرف یہی طریقہ ہے کہ کشف کی روشنی کا سہارا لیا جائے اور علمِ ظاہر کا دامن پکڑا جائے۔

۲۔کاریگری کے لطائف میں فکر:

یہ ایسا پانی ہے جو حکمت کی کھیتی کو سیراب کرتا ہے۔

۳۔اعمال واحوال کے معانی میں فکر:

یہ حقیقت کے راستے پہ چلنے کو آسان بنا دیتا ہے۔

عینِ توحید میں فکر تین باتوں سے خالص ہوتی ہے۔

۱۔ عقل کی عاجزی کی پہچان

۲۔ انتہا کی واقفیت سے ناامیدی

۳۔ تعظیم کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا

قدرت کی کاریگری کے لطائف کا ادراک تین باتوں سے ہوسکتا ہے۔

۱۔ ابتدائی احسانات میں حسنِ نظر سے دیکھنا

۲۔ اشارات کے اسباب کی طرف دھیان دینا

۳۔ شہوات کی غلامی سے نجات حاصل کرنا۔

اعمال واحوال کے مراتب پر غور وفکر تین چیزوں سے واقفیت حاصل کرتی ہے۔

۱۔ علم کو ساتھی بنایا جائے۔

۲۔ رسم ورواج کو تہمت لگائی جائے (ظاہر داری سے گزر کر حقیقت کی طرف جانا)

۳۔ غیر کے مواقع کو جاننا

باب التذکّر

قال الله عزّوجل ﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُّنِيبُ﴾ التذکّر فوق التفکّر فانّ التفکّر طلبٌ والتذکر وجودٌ۔ وابنية التذکر ثلاثةُ اشياء الانتفاعُ بالعِظة والاستبصار لِلْعِبْرَة والظفرُ بِثمرةِ الفكرةِ۔ وانّما ينتفَعُ بِالْعِظَةِ بَعدحصولِ ثلاثةِ اشياء بِشدّةِ الافتقارِ وَبالْعَمٰی عَنْ عيبِ الواعظِ وتذكُّرِ الوعدِ والوعيدِ۔ وانّما تستبصِرُ العبرة بثَلاثةِ اشياء بحياة العقل ومعرفة الايام والسلامة من الاعراض۔ وانّما تجتنی ثمرةَ الفكرةِ بثلاثة اشياء بقصر الأملِ والتأمّلِ فی القرآنِ وقلّةِ الخلطةِ والتمنی والتعلق والشبع والمَنام۔

بابِ تذکّر (نصیحت حاصل کرنا)

حلِ لغت: استبصار اچھی طرح دیکھنا، سوچ بچار کرنا، غور وخوض کرنا۔ افتقار، محتاج ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ۝ (مؤمن:13)

''اور نصیحت حاصل نہیں کرتا مگر وہ جو رجوع کرتا ہے''۔

تذکُّر (نصیحت حاصل کرنا) تفکُّر (غور وخوض) سے فوقیت رکھتا ہے کیونکہ تفکر طلب کرنا ہے اور تذکر پالینا ہے۔

تذکر کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔

۱۔ نصیحت سے نفع حاصل کرنا۔

۲۔ عبرت سے بصیرت حاصل کرنا۔

۳۔ غور وفکر کا ثمر پالینا

نصیحت سے صحیح فائدہ تین چیزوں کے بعد ہوتا ہے۔

۱۔ (نصیحت کی) شدید محتاجی

۲۔ واعظ کے عیب سے چشم پوشی

۳۔ وعدہ اور وعید کو یاد کرنا۔

عبرت کو تین چیزوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عقل کی زندگی

۲۔ دنوں کی معرفت

۳۔ اغراض سے محفوظ رہنا

غور وفکر کا پھل تین چیزوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ امیدوں کو مختصر کرنا

۲۔ قرآن میں غور وفکر کرنا

Scanned with CamScanner

۳۔ سونے، سیر شکمی، تعلقات، تمناؤں اور میل جول کی کمی۔

باب الاعتصام

قال تعالیٰ (وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ) وقال (وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا)

الاعتصام بحبل الله تعالیٰ هو المحافظة علىٰ طاعته مراقبا لامره، والاعتصام بالله؛ هو الترقی عن کل موهوم والتخلص عن کل تردد والاعتصام علىٰ ثلاث درجات اعتصامُ العامّة بالخیر استسلاما واذعانا بتصدیق الوعد والوعید، وتعظیم الامر والنهی وتأسیسِ المعاملة علَى الیقین والانصاف وهو الاعتصام بحبل الله۔ واعتصامُ الخاصةِ بالانقطاع وهو صونُ الارادة قبضًا واسبالُ الخلُق علَى الخلق بسطًا ورفضُ الْعَلَائِقِ عَزْمًا وَهُو التمسّكُ بالعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ وَاِعْتِصام خاصّة الخاصّةِ بالاتصالِ وَهُو شُهودُ الحقِ تَفْرِيْدًا بَعد الاستِحذاءِ له تَعْظيمًا والاشتغالُ بالحقِ تعالیٰ قربًا۔

بابِ اعتصام (پناہ لینا، اللہ کی مہربانی سے گناہ سے باز رہنا)

حل لغت: اسبال۔ بارش برسانا، چھوڑنا اذعاناً۔ حق کا اقرار کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ (حج:78)

''اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لو وہ تمہارا آقا ہے''۔

اور فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران:103)

''اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔

اعتصام بحبلِ للہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد ہے کہ فرمانبرداری کی حفاظت کی جائے اور اس کے امر کا دھیان رکھا جائے۔

اعتصام باللہ: اس سے مراد ہر موہوم سے ترقی کر جانا اور ہر شک سے خلاصی پا جانا ہے۔

Scanned with CamScanner

اور اعتصام کے تین درجے ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ (اعتصام بحبلِ اللہ): عام لوگوں کا سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نیکی کو لازم پکڑنا، وعدے اور وعید کی تصدیق کرنا، امر و نہی کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنا اور معاملے کی بنیاد انصاف و یقین پہ رکھنا ہے۔

۲۔ دوسرا درجہ (تمسك بالعروةِ الوثقٰی): یہ خواص کا اعتصام ہے (لیکن اتصال کی بجائے) اس میں انقطاع (عدمِ وصول) پایا جاتا ہے۔ اس میں ارادے کو یکجا کرتے ہوئے محفوظ بنانا، خلقِ خدائے پاک پہ عمدہ اخلاقیات کی بارش برسانا اور تعلقات (جو راہِ حق میں رکاوٹ ہوں) کو پختہ ارادی سے دور کرنا ہے اور یہ تمسک بالعروۃِ الوثقیٰ (مضبوط سہارا پکڑنا) ہے۔

۳۔ تیسرا درجہ (اعتصام باللہ): یہ خواص میں سے خاص ترین لوگوں کا مقام ہے اور یہ اتصال کی نعمت سے سرخرو ہونا ہے اور بارگاہ کی تعظیم بجالاتے ہوئے خود کو پیش کرنے کے بعد اور یکتا کرتے ہوئے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے اور قرب حاصل کرتے ہوئے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔

باب الفرار

قال تعالیٰ (فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ) الفرار هو الهرب مما لم يكن الى ما لم يزل وهو على ثلاث درجاتٍ فرار العامة من الجهل الَى العلم عقدا وسعيًا ومن الكسل الى التشمير جدا وعزما ومن الضيق الَى السعة ثقة ورجاء۔ وفرار الخاصة من الخبر الَى الشهود ومن الرسوم الَى الاصول ومن الحظوظ الَى التجريد۔ وفرار خاصة الخاصة مما دون الحق الَى الحق ثم من شهود الفرار الَى الحق ثم الفرار من الحق الَى الحق۔

بابِ فرار (بھاگنا)

حل لغت: الحظوظ حصے۔ تجرید

Scanned with CamScanner

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ط (ذاریات:50)

''پس اللہ کی طرف سبک گام ہو جاؤ''۔

فرار: اس سے مراد ایک ایسی چیز جو پہلے ناموجود تھی سے ازلی کی طرف سُبک گام جانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں -

۱۔ فرارِ عوام: یہ عوام کا عقد و سعی کے ساتھ جہالت سے علم کی طرف، خوب کاوش اور پختہ ارادی کے ساتھ سستی سے چابک دستی اور اعتماد و امید کے ساتھ تنگی سے کشادگی کی طرف بھاگنا ہے۔

۲۔ فرارِ خواص: یہ خبر سے شہود، رسوم سے اصول اور (اپنے حق کے) حصول سے بھی دامن تہی کی طرف بھاگنا ہے۔

۳۔ خاص تریں لوگوں کا فرار: یہ حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے اسی کی طرف فرار ہے پھر فرار کو دیکھنے سے اور پھر فرار الی الحق (حق تعالیٰ کی طرف فرار) سے بھی فرار ہے۔

باب الرياضة

قال الله تعالىٰ (الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ) الرياضة تمرين النفس على قبول الصدق وهى على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ: رياضة العامة؛ وهى تهذيب الاخلاق بالعلم، وتصفية الاعمال بالاخلاص، وتوفير الحقوق فى المعاملة والدرجة الثانيه: رياضة الخاصة؛ حسم التفرق وقطع الالتفات الىٰ المقام الذى جاوزهٗ وابقاء العلم يجرى مجراى۔ والدرجة الثالثة: رياضة خاصة الخاصة: تجريد الشهود والصعود الىٰ الجمع و رفع المعارضات وقطع المفاوضات

بابِ ریاضت (مشق کرنا یا کرانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون:60)

اور جو لوگ پیش کر دیتے ہیں جو انہیں عطا کیا گیا اور ان کے دل ترساں ہوتے ہیں۔
ریاضت سے مراد ہے نفس کو قبولِ صدق کی مشق کروانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

۱۔ ریاضتِ عوام: اخلاق کو علم کے ذریعے مہذب بنانا، اعمال کو اخلاق کے ذریعے صاف بنانا اور معاملات میں حقوق کو اچھی طرح ادا کرنا ہے۔

۲۔ ریاضتِ خواص: تفرق کو مٹا دینا، گزرے ہوئے مقام کی طرف دوبارہ متوجہ نہ ہونا اور علم کو باقی رکھنا جو اس کے قائمقام ہو جائے۔

۳۔ خاص ترین افراد کی ریاضت: شہود وصعود سے مجرد ہو کر ''جمع'' کی طرف جانا، معارضات (آمنے سامنے ہونا) کو اٹھا دینا اور سپردگی کو بھی ختم کر دینا ہے۔

باب السماع

قال الله تعالیٰ ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ﴾ السماع: حقيقة الانتباه، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ: سماع العامة وهو ثلاثة اشياء: اجابة زجر الوعيد من الورع رعة واجابة دعوة الواحد جهدًا وبلوغ مشاهدة المنة استبصارا۔ الدرجة الثانية: سماع الخاصة ثلاثة اشياء: شهود المقصد فی كل رمز والوقوف علیٰ الغاية فی كل حيس والخلاص من التلذذ بالتفرق۔ الدرجة الثالثة: سماع خاصة الخاصة۔ سماعٌ يغسل العلل عن الكشف ويوصل الأبد الیٰ الازل ويرد النهايات الیٰ الاول۔

بابِ سماع (سننا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ (انفال:23)

''اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں سنا دیتا''۔

سن لینا یہ باخبر ہونے کی حقیقت کا نام ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں

۱۔ عوام کا سننا: یہ تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ پرہیز گار بنتے ہوئے وعید کی دھمکی کو تسلیم کرنا ۲۔ کوشش کرتے ہوئے وعدے کی دعوت کو قبول کرنا۔ ۳۔ مشاہدۂ احسان کی خوب چھان بین کرنا۔

۲۔ خواص کا سننا: یہ بھی تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ ہر اشارے میں مقصود کا مشاہدہ کرنا ۲۔ ہر حس میں غایت پہ آگاہ ہونا ۳۔ تفرّق کی لذت سے خلاصی پانا۔

خاص ترین افراد کا سننا: یہ کشف سے علتوں کو دھو دیتا ہے، ابد کو ازل سے ملا دیتا ہے اور نہایات کو اول سے ملا دیتا ہے۔

واما اقسام الابواب

فهوعشرة ابواب وهی الحزن والخوف والاشفاق والخشوع والاخبات والزهد والورع والتبتل والرجاء والرغبة۔

ابواب کی اقسام

یہ دس ابواب ہیں۔ حزن، خوف، اشفاق، خشوع، اخبات، زہد، ورع، تبتل، رجاء، رغبت

باب الحزن

قال الله تعالیٰ (تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا) الحزن توجعٌ علی فائتٍ اوتأسفٌ علی ممتنع وله ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ حزن العامَّةِ وهوحَزنٌ علَى التفريط فی الخدمةِ وعلَى التفريط فی الجَفَاء وعلَى ضِيَاع الايامِ والدرجةُ الثانية حزن أهلِ الارادة؛ وهوحزن علیٰ تعلق القلْبِ بالتفرقة وَعَلیٰ اشتغالِ النفس عن الشهود وعلَى التسلّی عن الحزن وليست الخاصةُ من مقامِ الحزن فی شیء ولٰكن الدرجةُ الثالثة من مقام الحزن التحزنُ للمعاوضاتِ دون الخواطِر ومعاضات المقصودِ والاعتراضات علَى الاحكام۔

بابِ حزن (غمزدہ ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا۔ (توبہ:92)

''وہ واپس لوٹے تو انکی آنکھیں غم سے آنسو برسا رہی تھیں''۔

حزن کسی کھوئی ہوئی چیز پر دکھ کرنا یا روکے گئے کام پر افسوس کرنا ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

۱۔ عوام کی پشیمانی: یہ خدمت میں کوتاہی، جفا میں زیادتی اور دنوں کے ضائع ہونے پر غمزدہ ہونا ہے۔

۲۔ اہلِ ارادہ کی پشیمانی: دل کا تفرقہ میں پڑ جانے،نفس کا شہود سے پھر جانے اور غم سے تسلی پا جانے پر دل گرفتہ ہونا ہے۔

۳۔ خواص کا ویسے تو غم سے کوئی واسطہ نہیں تاہم اس کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ بار بار آمنا سامنا کرنے کی خاطر غمزدہ ہونا ہے نہ کہ دلی خدشات کی خاطر اور مقصود کے سامنے پیش آنے والی باتوں کی خاطر غمزدہ ہونا اور اس کی بارگاہ میں پختگی سے جم جانے پر پیش آنے والے مسائل کیلئے غمزدہ ہونا ہے۔

باب الخوف

قال الله تعالىٰ (يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ) الخوف الانخلاعُ عن طمانينةِ الأمِن بمطالعة الخبرِ وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ الخوف من العقوبة وهو الخوف الذى يصح به الايمان وهو خوف العامة وهويُتولد من تصديق الوعيد و ذكر الجناية ومراقبة العافيةِ۔ والدرجة الثانية خوف المكرِ فى حال جريانِ الأنفاس المستغرقةِ فى اليقظة المشوبة بالحلاوة وليس فى مقام اهل الخصوص وحشة الخوف الّا هيبة الجلال وهى أقطى درجة يُشار اليهافى غاية الخوف وهى

هيبةٌ تُعارض المكاشفَ أوقاتِ المناجاةِ وتصون المشاهد أحيان المسامرة وتقُصم المعايَن بصدمةِ العزّة۔

بابِ خوف

حل لغت: تقصم (ض) توڑنا، ہلاک کرنا مسامرہ رات کو بات چیت کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ (نحل:50)

وہ اپنے اوپر سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

خوف سے مراد ہے کہ مطالعۂ خبر سے اطمینان کا جاتے رہنا۔ اس کے تین درجات ہیں

۱۔ خوفِ سزا: اس سے ایمان صحیح ہوتا ہے اور یہ عوام کا خوف ہے۔ اس کے حصول کا سبب وعید کی تصدیق، ذکرِ جنایت اور انجام کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔

۲۔ خوفِ فریب: یہ حلاوت آمیز بیداری میں ڈوبی سانسوں کے جاری ہوتے وقت پایا جاتا ہے۔

۳۔ اہلِ خصوص کے مقام میں خوف کی وحشت نہیں ہوتی وہاں ہیبتِ جلال ہوتی ہے اور خوف کی انتہا میں یہ آخری درجہ ہے۔ اور یہ وہ ہیبت ہے جو صاحبِ کشف کو اوقاتِ مناجات میں عارض ہوتی ہے اور راز و نیاز کی گھڑیوں میں مشاہد کی (حدِّ ادب سے بڑھ جانے سے) سے حفاظت کرتی ہے اور صدمۂ عزت (تجلیات حق کے غلبہ کا ٹکراؤ) کے باعث دیکھنے والے کو ہلاک کیے جارہی ہوتی ہے۔

باب الاشفاق

قال الله تعالىٰ (اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ) الاشفاق دوام الحذر مقرونا بالترحم وهو على ثلاث درجات:۔ الدرجة الاولىٰ اشفاق علَى النفس أن تجمع علَى العناد واشفاق على العمل أن يصير الَى الضياع واشفاق علَى الخليقة لمعرفة

Scanned with CamScanner

معاذيرها۔ والدرجة الثانية اشفاق علی الوقت أن يشوبه تفرق وعلی القلب ان يزاحمه عارض وعلی اليقين أن يداخله سبب والدرجة الثالثة اشفاق يصون سعية من العجب ويكفُ صاحبه من مخاصمة الخلق ويحمل المريد علی حفظ الحد۔

بابِ اشفاق (ڈرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (الطور)

ہم اس سے قبل اپنے اہل میں ڈرا کرتے تھے۔

اشفاق سے مراد طلبِ رحم کرتے ہوئے دائمی طور پر ڈرتے رہنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ: اپنے نفس پہ خوف رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ سرکش ہو جائے، عمل کے بارے خوف رہنا کہ ضائع نہ ہو جائے اور مخلوق کے عذروں کے پہچان کے باعث اس پر رحم کرنا۔

۲۔ دوسرا درجہ: وقت پہ ڈرتے رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تفرقہ آمیز ہو جائے، دل پہ ڈر رہنا کہ اسے کوئی عارض نہ آلے اور یقین پہ ڈر رہنا کہ اس میں کوئی سبب نہ آ پڑے۔

۳۔ تیسرا درجہ: اپنی کاوش کو عُجب (خود پسندی) سے بچانے کی فکر دامن گیر رہے اور یہ بات خلقِ خدا سے جھگڑا بازی سے گریزاں کردے اور مرید کو حدِ (ادب) کی حفاظت پر محتاط بنادے۔

باب الخشوع

قال الله تعالیٰ (اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ) الخشوع خمودُ النفس وهمودُ الطباعِ لمُتعاظم أو مُفزِع۔ وهو علی ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ

التذلل للأمر والاستسلام للحكم والاتضاع لنظر الحق - والدرجة الثانية ترقب آفات النفس والعمل ورؤية فضل كل ذى فضل عليك وتنسم نسيم الفناء، والدرجة الثالثة حفظ الحرمة عند المكاشفة وتصفية الوقت من مزايا الخلق وتجريد رؤية الفضل-

بابِ خشوع

حل لغت: خمود (ن) آگ کی بھڑک کاختم ہونا۔ ھمود (ن) آگ کا بجھنا، ٹھنڈا ہونا۔ اتضاع پیچ وتاب کھانا۔ تنسم سانس لینا، ہوا کا آہستہ چلنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ (الحدید:16)

کیا مؤمنوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور حق سے جو نازل ہوا ہے کی خاطر ان کے دل ڈر جائیں۔

خشوع سے مراد ہے نفس اور طبیعت کے آتشیں شعلوں کا امرِ عظیم یا کسی گھبراہٹ کے باعث سرد پڑ جانا۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: حکمِ (خدا) کے سامنے عاجزی وسرِ تسلیم خم کرنا اور حق (صحیح بات) دیکھنے کے لیے بیتاب ہونا۔

دوسرا درجہ: نفس وعمل کی آفات کی تاڑ لگانا، اور اپنے اوپر ہر صاحبِ فضیلت کی فضیلت کا پاس رکھنا اور نسیمِ فنا کا محوِ خرام ہونا۔

تیسرا درجہ: وقتِ مکاشفہ حرمت کا پاس رکھنا، مخلوق کی خوبیوں سے وقت کو صاف بنانا اور محض فضل وکرم کا مشاہدہ کرنا ہے۔

باب الاخبات

قال اللہ عزّوجل (وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ) الاخبات من اوائل مقام الطمانينة وهو د

Scanned with CamScanner

رود المأ من من الرجوع والتردُد وهو على ثلاث درجات۔ الدرجةُ الاولیٰ أن تستغرق المعصمة الشهوة وتستدرك الارادة الغفلة ويستهوى الطلب السلوَ۔ الدرجةُ الثانيةُ انْ لا يُنقِصَ ارادتَهٗ سَبَبٌ وَلَا يُوحِشَ قَلْبَهٗ عَارض وَلَا يَقْطَعُ الطرِيْقَ عَلَيْهِ فتنةٌ۔ الدرجة الثالثة أن يستوى عندهٗ المدحُ والذمُ وأن تدوم لَائِمَتُهٗ لِنَفْسِهٖ وتعمى عن نقصان الخلقِ عن درجتهٖ۔

بابِ اخبات (عاجزی کرنا)

حل لغت: سلوَا و سُلُوّا (ن) بھول جانا، تسلی پانا، بےغم ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ (حج: 34)

''اور (اے حبیب!) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں''۔

اخبات طمانینت کے ابتدائی درجات سے ہے یہ رجوع اور تردد سے امن والے مقام پر جاگزین ہونا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: پاکدامنی شہوت پر غالب آجائے اور ارادہ غفلت کا استدراک کرلے۔

دوسرا درجہ: کوئی سبب ارادے کو توڑ نہ سکے، کوئی چیز دل کو وحشت زدہ نہ کرے اور کوئی فتنہ اس کی راہ کو روک نہ سکے۔

تیسرا درجہ: بندے کے ہاں مدح وذم کی حیثیت یکساں ہوجائے، ملامت کرنی ہو تو صرف اپنے نفس پہ ہو اور اس بات سے نابینا ہوجائے کہ کسی کو اپنے سے ہیچ دیکھ پائے۔

باب الزهد

قال الله تعالیٰ (بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ) الزهد اسقاط الرغبة عن الشیء بالكلية وهو للعامة قربة وللمريد ضرورة وللخاص خشية وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ الزهد فی الشبهة بعد ترك الحرام بالحذر من المعتبة والأنفة من المنقصة وكراهة مشاركة الفساق۔ الدرجة الثانية الزهد فی الفضول وما زاد علیٰ المسألة

والبلاغ من القوت باغتنام التفرغ الی عمارۃ الوقت وحسم الجاش والتحلی بحلیۃ الأنبیاء والاولیاء والصدیقین ۔ الدرجۃ الثالثۃ الزھد فی الزھد بثلاثۃ اشیاء باستحقاق مازھدت فیہ واستواء الحالات عندك والذھاب عن شھودك الاکتساب ناظرا الی وادی الحقائق۔

بابِ زہد

حل لغت: حسماً (ض) جڑ سے کاٹنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ ۔ (ہود:86)

''اللہ کا دیا جو بچ رہے تمہارے لیے بہتر ہے''۔

زہد کسی چیز سے کلی طور بے رغبت ہو جانا ہے، یہ عوام کے لیے باعثِ ثواب، مرید کے لیے ضروری اور خواص کے لیے خشیت ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ترکِ حرام کے بعد مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرنا، کسی سے ناراض نہ ہونا، اور تھوڑے مال سے بھی خرچ کرنا اور فساق کے ساتھ مشارکت سے متنفر رہنا۔

دوسرا درجہ: زندہ رہنے کے لیے ضروری رزق کے علاوہ جو بھی سوال اور ضرورت سے ماسوا ہو چھوڑ دیا جائے اور فراغت کو تعمیرِ وقت کے لیے غنیمت سمجھا جائے، (ہوا و ہوس کو) جوش دینے والی چیز کو ختم کر دیا جائے اور انبیا، اولیا، اور صدیقین کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے۔

تیسرا درجہ: یہ زہد میں زہد اختیار کرنا ہے اور یہ تین چیزوں سے حاصل ہوگا

۱۔ جو زہد اختیار کیا ہے اسے تھوڑا سمجھا جائے۔
۲۔ بندے کے ہاں ہر قسم کے حالات یکساں ہو جائیں۔
۳۔ وادی حقائق کی جانب نظر لگائے اکتساب کو دیکھنے سے گزر جائے۔

باب الورع

قال تعالیٰ (وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) الورع توقٍ مستقصیً علیٰ حذر أوْ تحرّجٌ علیٰ تعظیم، وھو آخر مقام الزھد للمرید وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ تجنبُ القبائح بصون النفس وتوقیر الحسنات وصیانةُ الاِیمان وھٰذہ الصفاتُ الثلاثُة فی الدرجة الاولیٰ ھی ورع المریدِ۔ الدرجة الثانیة حفظُ الحدود عند ما لا بأس بہٖ اِبقاءً علَی الصیانة والتقویٰ صعودًا عن الدناءة وَ تخلّصا عن اقتحام الحدود۔ الدرجة الثالثة التورع عن کل داعیة تدعو اِلیٰ شتات الوقت والتعلقِ بالتفرّق وعارض یعارضُ حالَ الجمع۔

بابِ ورع (شبہات اور گناہوں سے بچنا)

حلِ لغت: حذراً (س) بچنا ہوشیار رہنا ورعاً۔ شبہات اور گناہوں سے بچنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝) (مدثر:4)

''اور اپنے کپڑے پس انہیں پاکیزہ کیجیے''۔

ورع سے مراد انتہا درجے کی احتیاط کرنا ہے یا حرمتِ نہی کی تعظیم کرتے ہوئے (غلطی پر) حرج محسوس کرنا ہے

یہ عوام کے لیے زہد کا آخری مقام ہے جبکہ مرید کے لیے پہلا۔ اور اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: نفس کی حفاظت کرتے ہوئے برے کاموں سے بچنا نیکیاں زیادہ سے زیادہ کرنا اور ایمان کی حفاظت کرنا پہلے درجے کی یہ تینوں صفات مرید (حق کا ارادہ رکھنے والے) میں پائی جاتی ہیں۔

دوسرا درجہ: ایسی باتیں جہاں ویسے (عوام کے نزدیک) تو کوئی حرج نہ ہو وہاں بھی تقویٰ وحفاظت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حدود کی پاس داری کرنا گھٹیا حرکات سے کنارہ کشی

کرنا اور حدود میں دراندازی سے بچاؤ رکھنا۔

تیسرا درجہ: ہر ایسی اُلجھن جو وقت کو بکھرا بکھرا بنا دے اور تفرق سے منسلک کردے نیز ہر ایسا عارضہ جو حالتِ جمع پر اثر انداز ہو اس سے بچاؤ کیا جائے۔

باب التبتّل

قال الله تعالیٰ (وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا) التبتل الانقطاع اليه بالكليّة وقوله تعالیٰ أی التجريد المحض وهو علیٰ ثلاث درجات ،الدرجة الاولیٰ تجريد الانقطاع من الحظوظ واللحوظ الَی العالم خوفا أوْ رجاء ومبالاة بحال فحسم الرجاء بالرضا وقطع الخوف بالتسليم ورفض المبالاة بشهود الحقيقة۔ الدرجة الثانية تجريد الانقطاع عن التعريج علَی النفس بمجانبة الهویٰ وتنسم روح الأنس وشيم برق الكشف۔ الدرجةالثالثة تجريد الانقطاع الَی السبق بتصحيح الاِستقامة والاستغراق فی قصد الوصول والنظر الیٰ اوائل الجمع۔

بابِ تبتّل (منقطع ہونا)

حلِ لغت: التعریج۔ جھکنا، ٹھہرنا، اعتماد کرنا۔ حظ۔ حصہ۔ (ج) حظوظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾) (مزمل: 8)

''سب کو چھوڑ کے اسی کے ہو جاؤ''۔

تَبَتَّلْ سے مراد ہے مکمل طور سے اسی کا ہو جانا۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے (لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ) اسی کے لیے دعوتِ حق ہے یعنی کہ تجریدِ محض (ماسوا حبیب کے سب کچھ چھوڑ دینا) صرف اسی کے لیے ہے۔ اس کے تین درجے ہیں

پہلا درجہ: اپنے حقوق، کسی خوف یا امید کے باعث جہاں کی طرف دیکھنے اور کسی بھی حال کی طرف دیکھنے سے منقطع ہو جانا۔ لہٰذا امید کو رضا کی خاطر، خوف کو تسلیم کی خاطر اور اردگرد کے دھیان کو شہودِ حقیقت کی خاطر دل ودماغ سے نکال دیا جائے۔

دوسرا درجہ: خواہشِ نفس سے دریغ کرتے ہوئے نفس پر کسی صورت بھی اعتماد نہ کیا جائے اور روح، انس کی خوشبو حاصل کی جائے نیز کشف کی بجلی جس سمت چمک رہی ہو اس کا مشاہدہ کیا جائے۔

تیسرا درجہ: استقامت کو صحیح کرتے ہوئے اگلی منزل کو چلے جانے کی خاطر (باقی چیزوں سے) انقطاع کیا جائے۔ اور مقصود تک پہنچنے میں ہمہ تن گوش ہو جائے اور نظر اوائلِ جمع پہ ٹکی رہے۔

باب الرجاء

قال اللہ تعالیٰ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) الرجاء اضعف منازلِ المريدِ لانّہٗ معارضةٌ من وجه واعتراضٌ من وجه وهو وقوعٌ في الرعونة في مذهب هٰذه الطائفة اِلا مَا فيه مِن فائدةٍ واحدةٍ ولهٰذا نزِل باسمِ التنزيلُ والسنّةُ۔ و دَخل في مسالك المحققين، وتلك الفائدة أنّهٗ يفنى حرارة الخوف حتّٰى لا يَعْدُو الَى الاِيأس۔ والرجاء علىٰ ثلاثة درجات۔ الدرجة الاولىٰ رجاءٌ يبعث العامل علَى الاجتهادِ ويولد التلذّذ بالخدمة ويوقظ سماحة الطباع بترك المنأى۔ الدرجة الثانية رجاء أرباب الرياضات ان يَبْلُغُوا موقعًا تَصْفُوْ فيه برفض الملذوذات ولزوم شروط العلم واستيفاء حدود الحميّة۔ الدرجة الثالثه رجاء أرباب طيب القلوب، وهو رجاء لقاء الحق تعالىٰ الباعث علَى الاشتياق، المنغض للعيش والمزهد في الخلق۔

بابِ رجاء (اُمید)

حلِ لغت: سماحة (ک، ف) فیاض وسخی ہونا ناءی یناءی ناءیاً دور ہونا الحمیۃ نفرت، مروت، نخوت المنغص آنکھوں کو بند کرنے والی چیز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَ الْيَوْمَ

الْاٰخِرَ۔(احزاب:21)

”تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں خوبصورت نمونہ ہے ان کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کی امید رکھتے ہیں“۔

رجاء مرید (حق) کی کمزور ترین منزل ہے کیونکہ یہ مرضیءِ محبوب کے سامنے اپنی رائے کا پیش کرنا ہے یا (مقابلے میں نہ سہی) کم از کم اتنا تو ہے کہ اپنی خواہش کو از خود پیش کرنا ہے اور اس طائفہ (عشاق) کے مذہب میں اسے رعونت خیال کرتے ہیں تاہم اس کا ایک فائدہ بھی ہے اسی لیے اس کو وہی نام دے دیا گیا ہے جو قرآن وسنت میں مذکور ہے اور محققین کے مسالک میں اسے داخل کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: وہ یہ ہے کہ اس کی بدولت خوف کی حرارت فنا ہو جاتی ہے اور بندہ مایوسی سے دوچار نہیں ہوتا۔

اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: یہ بندے کو سخت کوشی پر ابھارتا ہے اور خدمت میں لذت پیدا کر دیتا ہے۔ دوری کو چھوڑ کر طبیعت میں نرمی وفیاضی پیدا کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: یہ اربابِ ریاضت کی امید ہے کہ وہ ایسی منزل آشنا بن جائیں گے جہاں ان کی ہمتیں صاف ہو جائیں گی۔ اور اس کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ لذتوں کو ترک، شروطِ علم کی پاسداری اور حدود و مروت کو پورا کیا جائے۔

تیسرا درجہ: یہ پاکیزہ دل والوں کا درجہ ہے۔ یہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی وہ امید ہے جو شوق پیدا کرتی ہے، زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے اور مخلوقِ خدا سے بیگانہ کر دیتی ہے۔

باب الرغبة

قال تعالیٰ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾ الرغبة الی الحق بالحقيقة من الرجاء وهی فوق الرجاء لانّ الرجاء طمع يحتاج الی التحقيق، والرغبة هی سلوك علی التحقيق، والرغبة علی ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ رغبة اهل الخير ، تتولد من العلم

فتبعث علی الاجتھاد، وتمتع صاحبھا من الرجوع الیٰ غثاثة الرخص۔ الدرجة الثانية رغبة أرباب الحال، وھی رغبة لا تبقی من المجھود الّا مبذولا ولا تدع للھمّة ذبولا ولا تترك غیر المقصود مأ مولا۔ الدرجة الثالثة رغبة اھل الشھود، تشوّق تصحبهٗ نفیّة وتحملهٗ ھِمّةٌ نقیّة ولا تبقی معهٗ من التفریق بقیّة۔

بابِ رغبت

حلِ لغت: غثاثۃ کمزوری۔ ذیل (ج) ذیول چیز کا آخر، کپڑے کا دامن، ریت پر ہوا کے نشانات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (انبیا:90)

'' اور وہ ہماری عبادت کرتے ہیں رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے''۔

رغبتِ حق یہ درحقیقت امید کی ہی ایک قسم ہے لیکن اس سے فوقیت رکھتی ہے کیونکہ امید ایک طمع ہے جو محتاجِ تحقیق ہے جب کہ رغبت بذاتِ خود تحقیق پہ چلنے کا نام ہے۔ اور رغبت کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: یہ اہلِ خیر کی رغبت ہے جو علم سے پیدا ہوتی ہے، کاوش پہ ابھارتی ہے اور اپنے اہل کو رخصت کی کمزوری کی طرف پلٹنے سے رکاوٹ بنتی ہے۔

دوسرا درجہ: یہ اہلِ حال کی رغبت ہے اس میں کوشش انتہا کی ہوتی ہے اور ہمت کی ساری توانائیاں صرف ہوتی ہیں اور مقصود کے علاوہ کسی اور کی تمنا تک نہیں ہوتی۔

تیسرا درجہ: یہ اہلِ شہود کی رغبت ہے۔ یہ ایسا شوق ہے جسے پرہیزگاری کا ساتھ ہوتا ہے اور پاکیزہ ہمت اسے ابھارتی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے تفریق کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

وأمّا قسم المعاملات

فهي عشرة أبواب، وهي الرعاية والمراقبة والحرمة والإخلاص والتهذيب والاستقامة والتوكّل والتفويض والثقة والتسليم۔

معاملات کی اقسام

یہ دس ہیں رعایت (نگہداشت)، مراقبہ، حرمت، اخلاص، تہذیب، استقامت، توکل، تفویض، ثقہ، تسلیم

باب الرعاية

قال الله عزّ وجلّ (فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا) الرعاية صونٌ بالعناية وهي على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولى رعاية الاعمال والدرجة الثانية رعاية الاحوال والدرجة الثالثة رعاية الاوقات فأمّا رعاية الاعمال فتوفيرها بتحقيرها والقيام بها من غير نظر إليها واجراؤها مجرى العلم لا على التزين بها وأمّا رعاية الاحوال فهو أنْ يعدّ الاجتهاد مرآة واليقين تشبعا والحال دعوى۔ وامّا رعايه الاوقات؛ فأن تقف مع كلِّ خطوة ثمّ أنْ تغيب عن خطوة بالصفا من رسمه ثمّ تذهب عن شهودِ رسمه۔

بابِ رعایت (نگہداشت)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۔(حدید:27)

''پس وہ اس کی اس طرح رعایت نہ کر سکے جس طرح اس کی رعایت کا حق تھا''۔

رعایت: اس سے مراد توجہ دیتے ہوئے کسی چیز کی حفاظت کرنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔ ۱۔ اعمال کی رعایت۔ ۲۔ احوال کی رعایت ۳۔ اوقات کی رعایت

۱۔ رعایتِ اعمال: اس سے مراد ہے کہ اعمال کی فراوانی ہو لیکن انہیں کم سے کم سمجھا

جائے۔ بندہ ان کی ادائیگی کرتا رہے لیکن کسی حساب میں نہ رکھا جائے۔ اور انہیں علم کے قائم مقام سمجھا جائے لیکن (عوام میں) ان سے زینت نہ حاصل کی جائے۔

۲۔ رعایتِ احوال: اس سے مراد ہے کہ کاوش کو آئینہ بنایا جائے اور یقین سے سیر شکم رہا جائے اور بندے کا حال ہی اس کا دعویٰ ہو۔

۳۔ رعایتِ اوقات: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ ہر قدم پہ رک جائے اور پھر ہر قدم سے اس طرح غائب ہو کہ اس کا نشان بھی نہ رہے اور پھر اس بات کے مشاہدے سے بھی گزر جائے۔

باب المراقبة

قال الله تعالىٰ (فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ) المراقبة؛ دوام ملاحظة المقصود و هي علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ مراقبة الحق في السير له علىٰ الدوام بين تعظيم مذهل ومداناة حاملة وسرور باعث۔ والدرجة الثانية مراقبة نظرالحق اِليك برفض المعارضة، وبالاعراض عن الاعتراض، ونقض رعونة التعرض۔ الدرجة الثالثة مراقبة الأزل مطالعة عين السبق استقبالا لِعلم التوحيد، ومراقبة ظهور اِشارات الأزل علىٰ أحايين الأبد ومراقبة الاخلاص من ورطة المراقبة۔

بابِ مراقبہ

حلِ لغت: مذہل بھلا دینے والا۔ ورطۃ کنواں، بے راستہ میدان۔ مداناۃ قریب ہونا حاملۃٌ اکسانے والی مطالطۃٌ دہشت زدہ ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۔ (دخان:59)

"پس آپ انتظار کیجیے وہ بھی انتظار کر رہے ہیں"۔

مراقبہ: ہمیشہ مقصود کو دیکھتے رہنا۔ اس کے تین درجات ہیں

Scanned with CamScanner

درجۂ اول: سفرِ حق میں ہمہ وقت اس کا ملاحظہ کیا جائے اور ایسی تعظیم کی جائے کہ بندہ خود سے بھی غافل ہو جائے اور ایسا قرب جو مزید اکسار رہا ہو اور ایسی خوشی جو انگیخت دلا رہی ہو ان سب کیفیتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

دوسرا درجہ: اس بات کا دھیان کیا جائے کہ نظرِ حق میری طرف متوجہ ہے لہٰذا ترکِ معارضت، اعتراض سے کنارہ کشی اور بے رخی برتنے کی رعونت کا خاتمہ یقینی بنایا جائے۔

تیسرا درجہ: عینِ سبق (سابقہ نافذ شدہ احکامِ تقدیر) کے باعث دہشت زدہ ہوتے ہوئے علمِ توحید کی طرف متوجہ ہو کر ازل کا مراقبہ کیا جائے اور ابدی گھڑیوں میں اشاراتِ ازل کے ظہور کا مراقبہ کیا جائے اور مراقبے کی گہرائی سے نجات پانے کا مراقبہ کیا جائے۔

باب الحرمة

قال الله تعالیٰ (وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ) الحرمةُ هی التحرّجُ من المخالفاتِ والمُجاسَرات، وهی علی ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجةُ الاولیٰ تعظیمُ الأمرِ والنهی لاخوفًا من العقوبة، فیکون خصومةً للنفس، ولاطالبا للمثوبة فیکون مستنزعا للآخرة ولا مشاهدة لأحد فیکون متدیّنا بالمرآة فانّ هٰذه الأوصاف کلّها شعب من عبادة النفس۔ الدرجة الثانیة اِجراء الخبر علیٰ ظاهرها، ولا یتحمل البحث عنها تعشقا، ولا یتکلّف لها تأویلا، ولا یتجاوز ظواهرها تمثیلا، ولا یدّعی علیها اِدراکاً أوْ توَهُّمًا۔ الدرجة الثالثة صیانة الاِنبساط أنْ یشوبهٗ جرأة، وصیانة السرور أنْ یداخلهٗ أمْنٌ، وصیانة الشهود أنْ یعارضهٗ سبب۔

بابِ حرمت

حلِ لغت: تحرج۔ گناہ سے بچنا۔ جسر (ن) اقدام کرنا، ناز کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ (حج:30)

''اور جواللہ کی حرمات کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے''۔

حرمت: اس سے مراد ہے کہ حکمِ خداوندی/آدابِ خداوندی کی مخالفت اور ان کے خلاف جرات مندی سے سے بچا جائے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: امر و نہی کی تعظیم کی جائے لیکن اس کا باعث خوفِ سزا نہ ہو کیونکہ پھر تو یہ اپنے نفس کی خاطر کاوش بن جائے گی اور نہ ہی اس کا باعث طلبِ ثواب ہو کیونکہ یہ تو حصولِ آخرت کے لیے ہو جائے گا اور نہ ہی اس کا مقصد کسی اور چیز کا مشاہدہ ہو کیونکہ اس طرح وہ آئینے کا پیرو بن جائے گا اور یہ تمام باتیں تو نفسانی عبادت سے ہیں۔

دوسرا درجہ: خبر کو اپنے ظاہر پر جاری کیا جائے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کی توحیدِ خبری کا علم اس کے ظاہر کے مطابق ہی دیا جائے

اظہارِ عشق کی خاطر اس میں بحث نہ کی جائے اور نہ ہی کسی تاویل کا تکلف کیا جائے اور نہ ہی اس کے ظواہر سے تمثیلاً تجاوز کیا جائے اور اس پر کسی ادراک وتوہم کا دعویٰ بھی نہ کیا جائے۔

تیسرا درجہ: انبساط (ایسی حالت جو دل کو خوش کرے) کی حفاظت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں جرأت کی آمیزش ہو جائے، سرور کی حفاظت کی جائے کہ کہیں اس میں امن کی مداخلت نہ ہو جائے۔ اور شہود کی حفاظت کی جائے کہ اس میں سبب عارض نہ آ جائے۔

باب الاخلاص

قال الله تعالىٰ (أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ) والاخلاص تصفيةُ العملِ من كلّ شوبٍ، وهو على ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجةُ الاولىٰ إخراجُ رؤيةِ العمل والخَلَاصُ من طلبِ العوضِ علَى العمل، والنزولُ عن الرضا بالعمل والدرجة الثانية الخجل من العمل مع بذلِ المجهودِ، وتوفير الجهدِ بالاحتماءِ من الشهود، ورؤية العملِ من نور التوفيق من عين الجود، الدرجة الثالثة إخلاص العمل بالاخلاص من

العمل، أنْ تدعهٗ يسير مسير العلم، وتسير أنت مشاهدًا للحكم ، حرًا من رقّ الرسم۔

بابِ اخلاص

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ) (زمر:3)

" خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے"۔

اخلاص اس سے مراد دل کو ہر قسم کی آمیزش سے صاف رکھنا ہے اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: عمل کو اس بات سے خالص کیا جائے کہ بندہ اسے اپنا کارنامہ سمجھتا رہے، اسے بدلہ کی طلب سے بھی خالص کیا جائے اور بذریعہ عمل رضا سے بھی دست کش ہو جائے۔

دوسرا درجہ: اپنے عمل سے (معیاری نہ ہونے کے سبب) شرمساری محسوس کی جائے اور مشاہدہ کو پناہ بنانے کے لیے پوری پوری کوشش کی جائے اور چشمۂ سخاوت سے نورِ توفیق کے ذریعے عمل کو دیکھا جائے۔

تیسرا درجہ: عمل کو خالص کیا جائے کہ خود اس سے بھی خالص ہو جانا چاہیے اور اسے علم کی جگہ رکھ کر خود حکم کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور بندہ رسم و رواج کی غلامی سے آزاد ہو جائے۔

باب التهذيب

قال الله تعالیٰ (فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ) التهذيب محبّة أرباب البدايات، وهو شريعةٌ من شرائع الرياضات، وهو على ثلاث درجات، الدرجة الاولیٰ تهذيب الخدمة أنْ لا يخالطها جهالة، ولا يشوبها عادةٌ، ولا يقف عندها همّة۔ الدرجة الثانية تهذيب الحال، وهو أنْ لا يجنح الحال الیٰ علم، ولا يخضع لرسم ولا يلتفت اِلیٰ حظ۔ الدرجة الثالثة تهذيب القصد، وهو تصفيتهٗ من ذل الاكراه وتحفُّظهٗ من مرض الفتور، ونصرتهٗ على منازعات العلم۔

بابِ تہذیب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝) (انعام:76)
پس جب وہ (ستارہ) ڈوب گیا۔ تو فرمایا کہ میں ڈھلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تہذیب: یہ نو وارد (اہلِ ابتدا) کی محبت ہے۔

یہ ریاضت کے طریقوں میں سے ایک ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تہذیبِ خدمت ہے تاکہ اس میں جہالت کی دخل اندازی اور نہ ہی کسی عادت کی آمیزش ہونے پائے اور نہ ہی ایسا ہو کہ ہمت یہاں جواب دے جائے۔

دوسرا درجہ: یہ تہذیبِ حال ہے اور اس سے مراد ہے کہ حال کسی علم کی طرف مائل ہو اور نہ ہی کسی رسم کے سامنے جھکے اور نہ ہی کسی خواہشِ نفسانی کی طرف متوجہ ہو۔

تیسرا درجہ: تہذیبِ قصد ہے اور اس سے مراد ہے کہ قصد کو اکراہ (مجبوری) سے صاف کیا جائے اور مرضِ فتور (خلل) سے اس کی حفاظت کی جائے اور علمی جھگڑوں پر اس کی مدد کی جائے۔

باب الاستقامة

قال الله تعالیٰ (فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ) قولهُ اليه اشارة اِلیٰ عين التفريد والاستقامةُ روح تحيا بها الأحوال كما تربو للعامة عليها الأعمالُ وهی برزخٌ بين وهاد التفرق وروابي الجمع، وهی علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ: الاستقامة علَی الاجتهاد فی الاقتصاد، لا عاديا رسم العلم ولا متجاوزا حدّ الاخلاص، و لا مخالفا نهج السنّة۔ الدرجة الثانية استقامة الاحوال، وهی شهود الحقيقة لا كسبًا، و رفضُ الدعوىٰ لا علمًا، والبقاء مع نور اليقظة لا تحفّظا۔ الدرجة الثالثة استقامةٌ بترك رؤية الاستقامة بالغَيبة، عن تطلّب الاستقامة بشهود اِقامة الحق وتقويمه عزّوجلّ۔

بابِ استقامت

حلِ لغت: وھد پست زمین (ج) وِھاد تقویم کسی چیز کی تعیین وتعدیل کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ۔ (حم السجدہ:6)

الیہ: (اس کی طرف) اس فرمان میں عینِ تفرید (یکتائی) کی طرف اشارہ ہے۔

استقامت: اس سے مراد وہ روح ہے جس سے احوال کو جلا ملتی ہے، اس سے عوام کے اعمال میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ تفرق کی گھاٹیوں اور جمع کے بلند ٹیلوں کے درمیان برزخ ہے۔

اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: اقتصاد (میانہ روی) میں کوشش پر استقامت اپنانا، بندہ نشانِ علم کا دشمن نہ بنے، نہ ہی حدِ اخلاص سے تجاوز کرنے والا ہو اور نہ ہی راہِ سنت کا مخالف بنے۔

دوسرا درجہ: استقامتِ احوال ہے اور اس سے مراد شہودِ حقیقت ہے نہ کہ (محض) کسب اختیار کرنا ہے اور ترکِ دعویٰ ہے نہ کہ علم کو ترک کرنا ہے اور نورِ بیداری کے ساتھ بقا ہے نہ کہ (محض) تحفظ ہے۔

تیسرا درجہ: حق کی تعیین اور اقامتِ حق کے مشاہدے پر استقامت کو طلب کرتے ہوئے حالتِ غیب کی استقامت کے دیکھنے کو ترک کرنا ہے۔

باب التوکّل

قال اللہ تعالیٰ (وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) التوکل: کِلَۃ الامر کلّہ الیٰ مالکہٖ والتعویل علیٰ وکالتہٖ، وھو من اصعب منازل العامۃ علیھم وأوْھی السبل عند الخاصۃ، لانّ الحق قد وکّل الأمور کلّھا الیٰ نفسہٖ، وأَیِسَ العالَمُ عَنْ ملكِ شیء منھا، وھو علیٰ ثلاث درجات کلّھا تسیر مسیر العامۃ۔ الدرجۃ الأولیٰ التوکّل مع الطلب، ومعاطاۃ السبب علیٰ نیّۃ شغل النفس، ونفع الخلق وترك

الدعویٰ، الدرجة الثانية التوكّل مع اسقاط الطلب، وغض الطرف عن السبب اجتهادا لتصحيح التوكّل وقمعا لشرف النفس، وتفرغا الیٰ حفظ الواجبات۔ الدرجة الثالثة التوكّل مع معرفة التوكّل والمنازعة اِلَى الخلاص من علة التوكّل وهو ان تعلمَ اَنَّ مِلكة الحق تعالیٰ للاشياء عزة لايشاركهٗ فيها مشارك، فيكل شريكهٗ اليه، فانّ من ضرورة العبودية أن يعلم العبد انّ الحق تعالیٰ هو مالك الاشياء وحدهٗ۔

بابِ توکل

حلِ لغت: ادھی کمزورترین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (مائدہ:23)

''اور اللہ پہ ہی بھروسا کرو اگر تم ایمان دار ہو''۔

توکل: سارے کا سارا معاملہ اس کے مالک کے سپرد کر دینا اور اسی سپردگی پہ بھروسا کرنا ہے اور یہ عام لوگوں کے لیے مشکل ترین منزل ہے اور خواص کے لیے کمزور ترین راستہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے جملہ امور کو اپنے پاس کر لیا ہے اور جہان کو ان سے کسی بھی چیز کی ملکیت سے مایوس کر دیا ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں اور یہ سارے کے سارے عوام کے ہیں۔

پہلا درجہ: طلب کے ساتھ توکل کرنا ہے اور نفس کو مشغول کرنے، مخلوق کو نفع دینے اور دعوی کو ترک کرنے کی نیت پر سبب کو اپنانا ہے۔

دوسرا درجہ: طلب کو ساقط کرتے ہوئے اور سبب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے توکل کرنا ہے وہ اس طرح کہ تصحیح توکل کے لیے بھرپور کوشش کی جائے اور نفس کے بڑے پن کا خاتمہ کیا جائے اور حفاظتِ واجبات کے لیے فراغت حاصل کی جائے۔

تیسرا درجہ: توکل کی جان پہچان کے ساتھ توکل کرنا ہے اور علتِ توکل سے بھی رہائی پانے کی خاطر کوشش کرنا ہے اور اس سے مراد یہ جان لینا ہے کہ حق تعالیٰ کی ملکیت ملکیتِ

عزت ہے اور اس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں کہ کوئی کام اس کے سپرد کردے کیونکہ تقاضائے عبودیت یہی ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کو ہی جملہ اشیا کا تنہا مالک سمجھے۔

باب التفويض

قال الله تعالىٰ حاكيا عن مؤمن آل فرعون (وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ) التفوض: ألطف إشارة، واوسع معنًى من التوكّل، فإنّ التوكّلَ بعد وقوع السبب والتفويضُ قبل وقوعه وبعده وهو عند الاستسلام، والتوكل شعبةٌ منه وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ أن يُعلم انّ العبد لا يملك قبل عمله استطاعةً، فلا يامن من مكر، ولا ييأس من معونة، ولا يعول على نيّة۔ الدرجة الثانية معاينة الاصرار، فلا يرىٰ عملا منجيا، ولا ذنبا مهلكاً ولا سببا حاملا۔ الدرجة الثالثة شهود انفراد الحق بملك الحركة والسكون، والقبض والبسط، ومعرفته بتعريف الفرقة والجمع۔

بابِ تفویض (سپرد کرنا)

باری تعالیٰ نے آلِ فرعون کے مؤمن کی حکایت بیان کرتے ارشاد فرمایا:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ۔ (مؤمن:44)

''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔

تفویض: یہ توکل کی نسبت اشارہ کے لحاظ سے زیادہ لطیف اور معنی کے لحاظ سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ توکل سبب کے واقع ہونے کے بعد ہے جبکہ تفویض سبب سے پہلے اور بعد بھی ہے۔

تفویض تب ہوتی ہے جب سر تسلیم خم ہو اور توکل اس کے ایک شعبے کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: اس بات کا جان لینا ہے کہ بندہ عمل سے پہلے کسی استطاعت کا مالک نہیں لہٰذا وہ اپنے آپ کو کسی فریب سے محفوظ نہیں سمجھتا اور نہ ہی مدد سے مایوس ہوتا ہے اور نہ ہی

نیت پر بھروسا کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: اصرار (اپنے ارادے پر جمے رہنا) کا معاینہ کرنا ہے اس میں بندہ اپنے کسی عمل کو قابل نجات، نہ ہی کسی گناہ کو مہلک اور نہ ہی کسی سبب کو بار آور سمجھتا ہے۔

تیسرا درجہ: حرکت، سکون، قبض و بسط کی ملکیت میں حق تعالیٰ کی انفرادیت کا مشاہدہ کیا جائے اور حق تعالیٰ کی تفرقہ وجمع کی شان کو پہچانا جائے۔

باب الثقة

قال الله تعالیٰ (فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ) الثقة سواد عين التوكّل، ويقظة دائرة التفويض، وسويداء قلب التسليم، وهي على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولى وهي درجة الاياس، وهو يأس العبد من مقاواة الاحكام، ليقعد من منازعة الأقسام، ليتخلص عن قحة الاقدام۔ الدرجة الثانية درجة الأمن وهو أمن العبدِ من فَوْتِ المقدور، وانتقاض المسطور، فيظفر بروح الرضا، والا فبعين اليقين، والّا فبلطف الصبر، الدرجة الثالثة معاينة أزليّة الحق، ليخلص من محن القصود، وتكاليف الحمايات، والتعريج على معارج الوسائل۔

بابِ ثقہ (اعتماد)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ۔ (قصص: 7)

''پس جب آپ کو (اے امِ موسیٰ) ان پہ خوف ہو تو انہیں دریا میں ڈال دینا''۔

ثقہ: یہ توکل کی آنکھ کی سیاہ دھیری ہے، دائرۂ تفویض (ہر چیز سپردِ خدا کر دینا) کی بیداری اور قلبِ تسلیم کا درمیانی نقطہ ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: درجۂ ایاس (ناامیدی) ہے۔ اس سے مراد ہے کہ بندہ احکام پر اپنی طاقت کے بل بوتے پر غالب آنے سے مایوس (ناامید) ہو جائے تاکہ مختلف قسم کے احکام کے ساتھ مقابلہ بازی سے باز آ جائے اور پیش قدمی کی بے شرمی سے نجات پالے۔

دوسرا درجہ: درجۂ امن ہے۔ اس سے مراد ہے کہ بندہ تقدیر میں لکھے گئے حصے کے

فوت ہونے اور نوشتۂ تقدیر کے ختم ہو جانے سے مایوس ہو جائے نتیجتاً وہ شخص روحِ رضا یا پھر عینِ یقین یا پھر لطفِ صبر سے کامیاب ہو جائے گا۔

تیسرا درجہ: ازلیتِ حق کا معاینہ ہے تا کہ بندہ اپنے ارادوں کی محنتوں، نخوتوں کی مشقتوں اور مدارجِ وسائل پر چڑھنے سے نجات پا لے۔

باب التسليم

قال الله تعالىٰ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) وفي التسليم والثقة والتفويض ما في التوكّل من الاعتدال، وهو من أعلىٰ درجات سبل العامة، وهو علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ تسليم ما يزاحم العقول مما يشق علىَ الأوهام من الغيب والاذعانِ، لما يغالب القياس من سير الدول والقسم والاجابة لما يوزع المريد من ركوب الأحوال۔ الدرجة الثانية تسليم العلم الىَ الحال، والقصد الىَ الكشف والرسم الىَ الحقيقة، الدرجة الثالثة تسليم ما دون الحق الىَ الحق، مع السلا مة من رؤية التسليم، بمعاينة تسليم الحق اياك اليه۔

بابِ تسلیم (راضی ہونا، سپرد کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ (النساء)

''پس اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے رب کی قسم لوگ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپس میں پھوٹے ہوئے جھگڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثالث نہ مان لیں پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر دلوں میں بوجھ محسوس نہ کریں اور بدل وجاں تسلیم کر لیں''۔

تسلیم، ثقہ اور تفویض ان سب میں توکّل میں موجود خوبیء اعتدال مشترک ہے۔ اور یہ طریقہ ہائے عوام کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

Scanned with CamScanner

پہلا درجہ: غیب واذعان (مان لینا) سے ان چیزوں کو تسلیم کرنا ہے جو اوہام پر شاق ہونے کی وجہ سے عقول سے ٹکراتی ہیں کیونکہ جہاں بینی کے باعث یہ قیاس پر غالب ہوتی ہیں ان کا تعلق تخمینہ بازی سے بھی ہوسکتا ہے اور ایسی باتوں کے مان لینے سے بھی جو مرید کو احوال پرسوار ہونے سے پراگندہ کردیں۔

دوسرا درجہ: علم کو حال، قصد کو کشف، اور رسم کو حقیقت کے سپرد کرنا ہے۔

تیسرا درجہ: ماسوائے حق کو سپردِ حق کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ کہ رویتِ تسلیم باقی رہے وہ اس طرح کہ اس بات کا معاینہ کیا جائے کہ حق نے تجھے بھی اپنے ہی سپرد کر رکھا ہے۔

Scanned with CamScanner

وامّا قسم الأخلاق

فهی عشرۃ أبواب؛ وهو الصبر، والرضا، والشکر، والحیاء، والصدق، والإیثار، والخلق، والتواضع، والفتوة، والانبساط۔

اخلاقیات

اس بارے میں دس ابواب ہیں۔ صبر، رضا، شکر، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، فتوت، انبساط

باب الصبر

قال الله تعالیٰ (وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ) الصبر حبس النفس علی جزع کامن عن الشکویٰ، وهو ایضًا من اصعب المنازل علی العامّة، وأوحشها فی طریق المحبّة، وأنکرها فی طریق التوحید، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الأولیٰ: الصبر عن المعصیة بمطالعة الوعید، اِبْقاءً علَی الایمان وحذرًا من الحرام، وأحسن منها الصبر عن المعصیة حیاءً۔ الدرجة الثانیة الصبر علَی الطاعة، بالمحافظة علیها دواما، وبرعایتها اِخلاصا، وبتحصینها علمًا۔ الدرجة الثالثة الصبر فی البلاء، بملاحظة حسن الجزاء، وانتظار روح الفرج، وتهوین البلیّة بعدّ أیادی المنن، وتذکّر سوالف النعم۔ وفی هٰذه الدرجات الثلثة نَزَلَتْ (یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا) یعنی فی البلاء (وَصَابِرُوْا) یعنی عن المعصیة (وَرَابِطُوْا) یعنی علَی الطاعة، وأضعف الصبر الصبر لله وهو صبر العامة، وفوقهٗ الصبر بالله، وهو صبر المرید، وفوقهٗ الصبر علَی الله وهو صبر السالکین۔

بابِ صبر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (نحل:127)

''اور صبر کیجیے اور آپ کا صبر اللہ ہی کے ساتھ ہے''۔

صبر سے مراد پوشیدہ غم پر نفس کو اظہارِ شکایت سے روک رکھنا ہے اور عوام کے لیے تو یہ بھی ایک مشکل ترین منزل ہے اور طریقِ محبت میں انتہائی وحشت ناک اور طریق توحید میں عجیب تر ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وعید کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے گناہ سے صبر کرنا، ایمان کو باقی رکھنا اور حرام سے بچنا ہے اور سب سے حسین صبر وہ ہے جس میں گناہ سے بوجہ حیا کنارہ کشی کی جائے۔

دوسرا درجہ: طاعت پر صبر کرنا ہے وہ اس طرح کہ ہمیشہ اس کی حفاظت، اخلاص کے ساتھ اس کی رعایت اور علم کے ساتھ اس کی قلعہ بندی کی جائے۔

تیسرا درجہ: حسنِ جزا کو پیشِ نظر کیے، کشادگی کی ہوا کا انتظار کرتے ہوئے، پہلے احسانات کے بعد آزمائش کو ہلکا سمجھتے ہوئے اور سابقہ نعمتوں کو یاد کرتے آزمائش کی گھڑی میں صبر کرنا ہے۔

اور ان تین درجات کے بارے میں حکم خداوندی ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا اے ایمان والو! صبر کرو ''یعنی آزمائش میں''۔

(وَصَابِرُوْا) اور رکے رہو ''معصیت سے''۔(وَرَابِطُوْا) اور ''اطاعت پر'' کمر بستہ رہو۔

کمزور ترین صبر ''الصبرللّٰہ'' ہے۔یہ عوام کا صبر ہے

اس سے اوپر ''الصبر باللہ'' ہے یہ مرید کا صبر ہے

اور اس سے اوپر ''الصبر علی اللہ'' یہ سالکین کا صبر ہے۔

باب الرضا

قال الله تعالىٰ (يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً) لم يدع في هٰذه الآية للمتسخط إليه سبيلاً، وشرط للقاصد الدخول في الرضا، والرضا اسم للوقوف الصادق حيث ما وقف العبد، لا يلتمس متقدمًا ولا متأخرًا، ولا

يستزيد مزيدا ولا يستبدل حالا، وهو من أوائل مسالك اهل الخصوص، و أشقّها على العامة، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ رضا العامة وهو الرضا بالله ربًا، وبسخط عبادة ما دونهٗ، وهو قطب رحی الاسلام، و هو مُطهر من الشرك الأكبر، وهو يصحّ بثلاث شرائط؛ أن يكون الله احبّ الاشياء الی العبد، وأولی الاشياء بالتعظيم، واحق الاشياء بالطاعة۔ والدرجة الثانية الرضا عن الله تعالیٰ وبهٰذا الرضا نطقت آيات التنزيل، وهو الرضا عنه فی کلّ ما قضٰی وقدر، وهٰذا من اوائل مسالك اهل الخصوص ويصح بثلاث شرائط: باستواء الحالات عند العبد، وسقوط الخصومة مع الخلق، وبالاخلاص فی المسئلة والالحاح، الدرجة الثالثة الرضا برضا الله تعالیٰ، فلا يری العبد لنفسه سخطًا ولا رضًا فيبعثهٗ علیٰ ترك التحكّم وحسم الاختيار، واسقاط التمييزولو أدخل النار۔

بابِ رضا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ إِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِی فِی عِبٰدِی وَادْخُلِی جَنَّتِی (فجر)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف یوں لوٹ آ کہ تو بھی راضی ہو اور رب تجھ سے راضی ہو۔

اس آیت میں خدا سے ناخوش شخص کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی اور قاصد کے لیے شرط قرار دیا گیا کہ رضا میں داخل ہو جائے۔

رضا: اپنے ٹھہرنے کی جگہ پہ وقوفِ صادق ہو کہ وہاں سے آگے یا پیچھے کسی جگہ کو تلاش نہ کرے۔ اور طلبِ مزید اور تبدیلی حالت کا سوال بھی نہ کرے۔ یہ اہلِ خصوص کے ابتدائی مسالک سے ہے اور عوام کے لیے دشوار ترین ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: عوام کی رضا کا ہے یہ الله کے رب ہونے پہ راضی ہونا اور کسی اور کی عبادت

سے ناراض ہونا ہے۔اور یہ اسلام کی چکی کا مرکزی مداراور شرکِ اکبر سے نجات دینے والی بات ہے۔اور یہ درجہ تین شرائط سے صحیح ہوگا

ا۔ذاتِ خدا جملہ اشیا سے بڑھ کر محبوب ہو۔ ۲۔ذاتِ خدا ہر چیز سے بڑھ کر لائقِ تعظیم ہو۔ ۳۔ذاتِ خدا کو ہر شے سے بڑھ کر اطاعت کا حقدار سمجھا جائے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ہے۔اسی رضا کے بارے میں آیاتِ تنزیل آئی ہیں۔اوراس سے مراد ہر فیصلے اور نوشتۂ تقدیر پہ راضی ہونا ہے۔ یہ اہلِ خصوص کے مسالک میں سے پہلا ہے اوراس کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں۔

ا۔ بندے کے ہاں تمام حالات یکساں ہوجائیں ۔ ۲۔مخلوق سے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ۳۔بارگاہِ خدا میں سوال اورزاری میں اخلاص کواپنایا جائے۔

تیسرا درجہ: اللہ کی رضا پہ راضی ہونا ہے اس میں بندے کے پاس اپنی خوشنودی و ناخوشی کا حق نہیں رہتا۔یہی بات سینہ زوری اور اختیار کے چھوڑنے پر اُبھارتی ہے۔اور بندہ اپنی ناخوشی وخوشنودی کا فرق بھی چھوڑ دیتا ہے خواہ اسے آگ میں ہی کیوں نہ ڈال دیا جائے۔

باب الشکر

قال اللہ عزّ وجلّ (وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ) الشکر: اسم لمعرفة النعمة لانّها السبیل الی معرفة المنعم، ومعانی الشکر ثلاثة أشیاء: معرفة النعمة، ثم قبول النعمة، ثم الثنابُها وهو ایضًا من سبل العامة، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ الشکر علَی المحاب، وھٰذا الشکر تشارکت المسلمون فیه والیهود والنصاریٰ والمجوس، ومِن سعة برّ الباری انهٗ عدّہٗ شکرًا، ووعد علیه الزیادة، واوجب فیه المثوبة۔ الدرجة الثانیة الشکر فی المکارہ، وھٰذا ممّن یستوی عندہ الحالات اظهارُ الرضا، وممّن یمیّز بین الاحوال کظمُ الغیظ والشکویٰ، ورعایةُ الأدب ، وسلوکُ مسلك العلم، وھٰذا الشاکر اوّلُ من یدعیٰ اِلَی الجنّة۔ الدرجة الثالثةأن لا یشهد العبد الّا المنعم، فاذاشهد المنعم عبودةً استعظم

منه النعمة، فاذا شهدہ تفریدًا لم یشھد منه نعمةً ولا شدّۃً۔

بابِ شکر

ارشادِ خداوندی ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سبا:13)

''اور تھوڑے ہیں میرے شکرگزار بندے''۔

شکر: نعمت کی پہچان کا نام ہے کیونکہ یہ انعام کرنے والے کی پہچان کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اسلام اور ایمان کو شکر کا نام دیا ہے۔ شکر کے معانی تین چیزیں ہیں ا۔ معرفتِ نعمت ۲۔ قبولِ نعمت ۳۔ اور پھر اس کی تعریف کرنا ہے۔ اور یہ بھی عوام کے طریقوں میں سے ایک ہے۔ اسکے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: نعمتوں پر شکر کرنا ہے اس میں مسلم، یہودی، عیسائی اور مجوسی سب شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کی وسعت ہے کہ اس نے اسے بھی شکر قرار دیا ہے اور اس پر مزید عنایات کا وعدہ اور بدلے کو بھی واجب فرما دیا ہے۔

دوسرا درجہ: سختیوں میں شکر بجالانا ہے۔ جس شخص کے ہاں ہر قسم کے حالات یکساں ہوں اس کی شکرگزاری اظہارِ رضا کا نام ہے اور جس کے ہاں حالات کی تمیز باقی ہو اس کی شکرگزاری غصے اور شکایت کا پی جانا، ادب کی رعایت کرنا اور علم کے راستے پہ چلنا ہے۔ اور اس شاکر کو پہلے پہل جنت میں بلایا جائے گا۔

تیسرا درجہ: یہ وہ درجہ ہے کہ بندہ صرف انعام کرنے والے کو ہی دیکھا کرے اور جب بندہ ہونے کے ناطے منعم کو دیکھے گا تو اس کی آئی ہوئی نعمت کو بھی عظیم خیال کرے گا۔ اور جب اسے محبت کے ناطے دیکھے گا تو شدت کو بھی میٹھا محسوس کرے گا۔ اور جب تفریدًا (یکتا کرتے ہوئے) دیکھے گا تو اس کی نظر میں نہ کوئی نعمت ہوگی اور نہ کوئی شدت ہوگی۔

باب الحياء

قال الله تعالى (أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى) الحياء: من اول مدارج اهل الخصوص، يتولد من تعظيم منوط بود، و هو على ثلاث درجات، الدرجة الاولى حياء يتولد

من علم التوحيد، بنظر الحق فيجذبهٗ الیٰ تحمّل المجاهدة، ویحملهٗ علیٰ استقباح الجنایة، ویسکنهٗ عن الشکویٰ،۔ الدرجة الثانیة حیاء یتولد من نظر فی علم القرب، فیدعوہ اِلیٰ رکوب المحبّة، وبربطهٖ بروح الأنس، ویکرہ الیه ملابسة الخلق۔ الدرجة الثالثة حیاء یتولد من شهود الحضرة، وهی الّتی لا یشوبها هیبةٌ، ولا یقاویها تفرقة، ولا یوقف لها علیٰ غایة۔

بابِ حیا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ (علق: 14)

''کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے''۔

حیا: اہلِ خصوص کے مدارج سے پہلی چیز ہے اور یہ محبت سے ملی ہوئی ہے اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایسی حیا جو علمِ توحید سے حق کو دیکھنے سے پیدا ہو اور یہ عمل مجاہدہ برداشت کرنے پر اکساتا ہے اور گناہ کو انسان کی نظروں میں قبیح بنا دیتا ہے اور دل و زباں کو شکایت سے گنگ کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی حیا جو علمِ قرب میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے یہ عمل راہِ محبت پہ ابھارتا ہے اور روحِ انس کے ساتھ ربط پیدا کرتا ہے اور مخلوق کے ساتھ آمیزش کو ناپسند بنا دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی حیا جو شہودِ بارگاہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں اثرِ ہیبت اور نہ ہی تفرقہ کی خلل اندازی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی غایت بیان کی جاسکتی ہے۔

باب الصدق

قال اللہ تعالیٰ (فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰہَ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ﴿۲۱﴾) الصدق: اسم لحقیقة الشیء حصولاً و وجودًا و هو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ صدق القصد، وبهٖ یصحّ الدخول فی هٰذا الشان ویُتلافیٰ کلُّ تفریط، ویتدارک کل فائتٍ،

ویعمر کل خراب۔ وعلامة هٰذا الصادق؛ ان لا یحتملَ داعیة الیٰ نقص عهد، ولا یصبر علیٰ صحبة ضد، ولا یقعد عن الجدّ بحال۔ الدرجة الثانیه ان لا یتمنّی الحیاۃ الّاللحق، ولا یشهد من نفسهٖ الّا أثر النقصان، ولا یلتفت الیٰ ترقیة الرخص۔ الدرجة الثالثةالصدق فی معرفة الصدق، فانّ الصدق لا یستقیم فی اهل الخصوص الاّ علیٰ حرفٍ واحد، وهو أن یتّفق رضا الحق بعمل العبد راضیًا مرضیا، فاعمالهٗ اذًا مرضیةٌ، واحوالهٗ صادقةٌ، وقصودهٗ مستقیمة، وان کان العبد کسیٰ ثوبًا معارًا، فأحسن اعمالهٖ ذنبٌ، واصفٰی قصودهٖ قعود۔

بابِ صدق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝

(محمد:21)

پس جب حکم پختہ ہو چکا (جہاد فرض ہو گیا) تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

صدق: یہ حصولاً اور وجوداً کسی شی کی حقیقت کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ صدقِ قصد ہے اور اسی قصد کی سچائی سے ہی اس معاملے میں داخلہ صحیح ہوتا ہے نیز ہر کوتاہی کی تلافی، ہر کھوئی گئی چیز کی بازیابی اور ہر تباہ حال کی آبادی ہوتی ہے۔ اور اس صادق کی علامت یہ ہے کہ کوئی سبب بھی کسی اور کو حقیر سمجھنے کا سبب نہ بنے اور انسان کسی بھی غلط سنگت پہ صبر نہ کرے اور کسی حال میں بھی کدو کاوش سے رکنے نہ پائے۔

دوسرا درجہ: تمنائے حیات صرف حق کی خاطر ہی رہے اور اپنی ذات میں صرف اثرِ نقصان کا ہی مشاہدہ کرے اور رخصتوں کی عیش کی طرف دھیان نہ کرے۔

تیسرا درجہ: معرفتِ صدق میں صدق کا پایا جانا ہے۔ اہل خصوص کے ہاں صدق یہی دوحرفی بات ہے کہ رضائے حق کا بندے کے عمل سے یوں تعلق ہو جائے کہ بندہ خود راضی بھی ہو اور رضا یافتہ بھی۔ پھر اس کے اعمال پسندیدہ، احوال سچے اور قصد کرنا درست ہوگا اور اگر کسی نے (سالکین کا) نقلی لبادہ اوڑھ لیا تو اس کا اچھا ترین کام گناہ، سچا ترین حال

جھوٹ اور صاف ترین قصد بھی بیٹھ جانے کے مترادف ہے۔

باب الاِیثار

قال الله تعالیٰ (وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) الایثار: تخصیصٌ واختیارٌ، والاِثرۃ تحسنُ طوعًا وتصح كرهًا، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ أن تؤثر الخلق علیٰ نفسك، فیما لا یحرم علیك دِینًا، ولا یقطع علیك طریقًا، ویستطاع هٰذا بثلاثة أشیاء: بتعظیم الحقوق ومقت الشحّ، والرغبة فی مكارم الأخلاق۔ الدرجه الثانیة ایثار رضا الله تعالیٰ علیٰ غیرہٖ، وان عظمت فیه المحن، وثقلت بهِ المؤن، وضعفت عنه الطول و البدن، ویستطاع بثلاثة أشیاء: بطلب العود، وحسن الاسلام، وقوّة الصبر۔ الدرجة الثالثهایثار الله تعالیٰ، فانَّ الخوض فی الایثار دعویً فی الملك، ثمّ ترك شهود رؤیتك اِیثار الله تعالیٰ، ثمّ غیبتك عن الترك۔

باب ایثار

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ (حشر: 9)

''وہ اپنی ذاتوں پہ ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود ضرورت ہو''۔

ایثار: اس سے مراد تخصیص واختیار ہے اور یہ اِثرت (دوسروں کو ترجیح دینا) خوشدلی سے ہو تو خوب ہے وگرنہ جبراً بھی صحیح ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایثارِ خلق ہے وہ اس طرح کہ جو امور دینی طور پر حرام نہیں، کسی راہ کو بند کرنے کا سبب بھی نہیں اور نہ ہی وقت کو فاسد کرتے ہیں ان میں خَلقِ خدا کو اپنے سے ترجیح دی جائے اور اس کے حصول کے تین طریقے ہیں

ا۔ تعظیمِ حقوق ۲۔ بخل کا خاتمہ ۳۔ مکارمِ اخلاق میں رغبت

دوسرا درجہ: اللہ کی رضا کو دوسروں کی رضا پر ترجیح دینا ہے خواہ اس میں کتنی ہی محنت و مشقت اُٹھانی پڑے اور قوت و بدن کمزور ہی کیوں نہ پڑ جائیں۔ اس کی استطاعت تین

Scanned with CamScanner

چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ا۔بار بار کرنے کی خواہش ۲۔حسنِ اسلام ۳۔قوتِ صبر

تیسرا درجہ: ایثاراللہ ہے ۔تاہم ایثار میں غور وخوض رکھنا یہ بھی ایک قسم کی ملکیت کا دعویٰ ہے پھر اپنے آپ کو ترک کر دینا ایثارُ اللہ تعالیٰ کہلائے گا پھر اس ترک کرنے کی رؤیت سے بھی غائب ہوجانا چاہیے۔

باب الخلق

قال اللہ تعالیٰ (وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ) الخلق ما یرجع الیه المکلّف من نعته، واجتمعت کلمة الناطقین فی ھٰذا العلم؛ اِنّ التصوف ھو الخلق، وجماع الکلام فیه یدور علیٰ قطبٍ واحد، وھو بذل المعروف وکفّ الأذیٰ، وانّما یدرك امکانُ ذٰلك فی ثلاثة اشیاء؛ فی العلم والجود والصبر، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ أن یُعرفَ مکانُ الخلق، انھم باقدارھم مربوطون، وفی طاعتھم محبوسون، وعلَی الحکم موقوفون، وتستفید ھٰذہ المعرفة بثلاثة أشیاءَ: أمنِ الخلق منك حتّی الکلب، ومحبّة الخلق ایاك ونجاة الخلق بك۔ الدرجة الثانیه تحسینُ ظنّك مع الحق وتحسینهٖ منك، أن تعلم أنّ کل ما یأتی من الحق یوجب شکرًا، وأن لا تریٰ لهٗ من الوفاء بدّا۔ الدرجة الثالثة التخلّق بتصفیه الخُلق، ثمّ الصعود عن تفرقة التخلّق، ثمّ التخلّق بمجاوزة التخلّق۔

بابِ خلق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۔(قلم:4)
''اور بے شک آپ عظیم اخلاق پہ ہیں''۔

خلق: مکلف جو کام اپنی طبیعت سے اپنائے۔اور اس علم کے بارے گفتگو کرنے والے سبھی متفق ہیں کہ تصوف خلق کا نام ہے۔تمام باتوں کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ یہ بھلائی کو پھیلانا اوراذیت کو روکنا ہے۔اوراس کاادراک تین چیزوں میں ممکن ہے۔

ا۔علم ۲۔سخاوت ۳۔صبر

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مخلوق کا مقام پہچاننا ہے کہ لوگ تقدیر کے بندھن سے وابستہ ہیں، اپنی طاقتوں میں محبوس ہیں اور حکم پر موقوف ہیں اور اس بات کا استفادہ تین چیزوں سے کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ساری مخلوق حتیٰ کہ کتا بھی بندے سے امن محسوس کرے۔ ۲۔خلقِ خدا تجھ سے محبت کرے۔ ۳۔خلقِ خدا تیرے ذریعہ سے نجات حاصل کرے۔

دوسرا درجہ: حق کے ساتھ اپنے گمان کو اچھا کرنا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے گمان کو درست کرنا ہے۔ اور اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ جو بندے سے ہو رہا ہے وہ عذر کا باعث ہے اور جو کچھ حق کی جانب سے ہو رہا ہے موجبِ شکر ہے۔ اور اس کی وفا کے سوا بندے کے پاس کوئی چارہ نہیں۔

تیسرا درجہ: اخلاق کے تصفیہ (صاف بنانے) کو اپنانا ہے پھر تخلق (اخلاق اپنانا) کے تفرق سے بالا ہوجانا ہے اور پھر تخلق سے بھی گزر جانے کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

باب التواضع

قال الله تعالیٰ (وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا) التواضع ان يتواضع العبد لصولة الحق، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ التواضع للدّين، وهو أن لا يعارض بمعقولٍ منقولا، ولا يقيم علىَ الدين دليلا، ولا يرىٰ الَی الخلاف سبيلاً، ولا يصحّ لهٗ ذٰلك الّا بأن يعلم انّ النجاة فی النصرة، والاستقامة بعد الثقة، وأنّ البيّنة وراء الحجّة، الدرجة الثانية انْ يرضٰى بمن رضى الحق به لنفسهٖ عبدا من المسلمين أخا، ولا ترد علیٰ عدوّك حقا وتقبل من المعتذر معاذيرهٗ ۔ الدرجة الثالثة ان تتضع للحق فتنزل عن رأيك فی الخدمة، ورؤية حقّك فی الصحبة، وعن وسمك فی المشاهدة۔

تواضع

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا
(فرقان:63)

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پہ آرام سے چلتے ہیں''۔

تواضع: اس سے مراد ہے کہ بندہ شوکتِ حق کے سامنے سرنگوں رہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: دین کے لیے تواضع کرنا ہے کہ بندہ منقول (قرآن وحدیث) کی علومِ عقلیہ سے مخالفت نہ کرے۔ اور دین کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ کرے۔ اور کسی راہِ اختلاف کو نہ دیکھے۔ اور یہ درجہ تبھی صحیح ہوگا کہ جان لیا جائے کہ نجات صرف نصرت میں ہے اور استقامت یقین کے بعد ہے اور وضاحت حجت کے بعد ہے۔

دوسرا درجہ: حق تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے جس بندے کو اس کے لیے بھائی بنا دیا ہے اس سے راضی رہے، اپنے دشمن کے خلاف بھی کوئی دلیل قائم نہ کرے اور معذرت خواہ کے عذروں کو قبول کرے۔

تیسرا درجہ: بندہ حق کے سامنے عاجزی کرے اور خدمت گزاری میں اپنی رائے، صحبت میں اپنے حق اور مشاہدے میں اپنے نشان کو نہ دیکھ پائے۔

باب الفتوۃ

قال الله تعالیٰ (إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى) الفتوة أن تشهد لك فضلًا ولا ترىٰ لك حقًا، وهي علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولى ترك الخصومة، والتغافل عن الزلة، ونسيان الاذية۔ الدرجة الثانية ان تقرب من يعصيك، وتكرم من يؤذيك، وتعتذر الىٰ من يجني اليك، سماحًا لا كظمًا و توادًا لا مصابرةً، الدرجة الثالثة ان لا تتعلق فى المسير بدليلٍ، ولا تشوب اِجابتك بغرض، ولا تقف فى شهودك علىٰ رسم۔

اعلم: أنّ من أحوجَ عدوّهٗ الٰی شفاعة، ولم یخجل من المعْذرة الیه، لم یشمّ رائحة الفتوّة، ثمّ فی علم الخصوص: مَنْ طلبَ نور الحقیقة علٰی قدم الاستدلال، لم یحلّ لهٗ دعْوی الفتوّة أبدًا۔

بابِ فتوت (جوانمردی)

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (کہف:13)

''بیشک یہ وہ جوان ہیں جو اپنے رب پہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ کیا''۔

فتوت: بندہ اپنے لیے جو کچھ دیکھے اسے بوجہ فضل ہی سمجھے نہ کہ اس لیے کہ وہ اس کا حقدار تھا۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: بندہ جھگڑے کو ترک کر دے، لغزش سے چشم پوشی کرے اور اذیت کو بھلا دے۔

دوسرا درجہ: جو تیری نافرمانی کرے تو اسے اپنا قریبی بنالے، جو اذیت دے تو اسے عزت دے اور جو زیادتی کرے تو اس کے لیے عذر تلاش کرے۔ اور یہ سب کچھ فراخدلی سے ہو نہ کہ غصے کے گھونٹ بھرتے ہوئے نیز محبت سے ہو نہ کہ صبر سے۔

تیسرا درجہ: اپنی روش میں کسی دلیل کے ساتھ اُلجھ کے نہ رہ جائے، فرمانبرداری غرض آمیز نہ ہو اور مشاہدے میں کسی نشان پہ رک کے نہ رہ جائے۔

جان لیں! جس نے دشمن کو سفارش کا محتاج بنایا اور اس کی معذرت سے خود شرمسار نہ ہوا اس نے جوانمردی کی بو تک نہیں سونگھی۔

پھر اہلِ خصوص کے ہاں بات یہ ہے: جس نے نورِ حقیقت کو استدلال کے قدموں پر طلب کیا اس کے لیے کبھی بھی جواں مردی کا دعوٰی جائز نہیں۔

باب الانبساط

قال الله تعالیٰ، حاکیًا عن کلیمہٖ (اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ) الانبساط: إرسال السجیة، والتحاشي عن وحشة الحشمة، وهو السیر مع الجبلّة، وهو علیٰ ثلاث درجات، الدرجة الاولیٰ الانبساط مع الخلق، وهو أن لا تعتزلهم ضنًا علیٰ نفسك، أو شحًا علیٰ حظك، وتسترسل لهم من فضلك، وتسعهم بخلقك، وتدعهم یطؤونك والعلم قائم وشهودك المعنی دائم، الدرجة الثانیة الانبساط مع الحق؛ هو أن لا یحبسك خوف ولا یُحجبك رجاء، ولا یحول بینك وبینهٗ آدم و حواء۔ الدرجة الثالثة الانبساط فی الانطواء عن الانبساط، وهو رحب الهمّة لانطواء انبساط العبد فی بسط الحق عزّوجلّ۔

بابِ انبساط (کیفیتِ کشادگی)

حل لغت: اعتزازا۔ بزرگی جتانا، ناز کرنا، غالب آنا، ضناً۔ بخل کرنا

باری تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کو یوں بیان فرمایا:

اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ (اعراف:155)

''کیا تو ہمیں اس وجہ سے ہلاک کرے گا جو ہم میں سے بیوقوفوں نے کیا۔ یہ تیرا امتحان ہی تو ہے جس کے ذریعے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت سے نوازتا ہے''۔

انبساط: نیک خوئی کا فراواں کرنا اور جاہ ومرتبہ کی وحشت سے ترساں ہونا۔ اور یہ جبلت (فطری عادت) کے ساتھ چلنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: مخلوق کے ساتھ کشادگی سے پیش آنا ہے کہ بندہ اپنی ذات پہ بخل کرتے

(خدمت کے لیے پیش نہ کرتے ہوئے) دوسروں پہ ناز نہ کرے اور نہ ہی اپنے حصے میں بخل سے کام لے اور چاہیے کہ اپنی نوازش کو ان کے لیے عام کر دے، ان کے لیے اپنے اخلاق کو وسیع کر دے اور وہ جو چاہیں رویہ اپنا لیں انہیں کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو۔ تاہم علم قائم اور مشاہدۂ معنی دائم رہے۔

دوسرا درجہ: حق کے ساتھ انبساط ہے۔ اس سے مراد ہے کوئی خوف تجھے روک نہ سکے اور کوئی امید حجاب نہ بنے۔ نیز تیرے اور حق کے مابین آدم وحوا حائل نہ ہوں۔

تیسرا درجہ: انبساط سے دامن سمیٹنے میں انبساط کیا جائے۔ اس سے مراد پوری ہمت کا یوں صرف ہونا ہے کہ بندہ انبساط کو صرف بسطِ حق میں ہی لگا دے۔

وأمّا قسم الاصول

فهي عشرة ابواب؛ وهي القصد، والعزم، والارادة، والادب، واليقين، والأنس، والذكر، والفقر، والغنٰى، ومقام المراد۔

اقسامِ اصول

یہ دس ابواب ہیں: ۱۔قصد ۲۔عزم ۳۔ارادہ ۴۔ادب ۵۔یقین ۶۔انس ۷۔ذکر ۸۔فقر۔۹ غنٰی ۱۰۔مقامِ مراد

باب القصد

قال الله تعالٰی (وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ) القصد: الازماع على التجرّد للطاعة، وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولٰى قصدٌ يبعث على الارتياض، ويخلص من التردّد، ويدعو الٰى مجانبة الاغراض۔ الدرجة الثانية قصدٌ لا يلتقي سببا الّا قطعهٗ، ولا يدع حائلا الّا منعهٗ، ولا تحامِلاً الّا سهّلهٗ۔ الدرجة الثالثة قصد الاستسلام لتهذيب العلم، وقصد اِجابة دواعي الحكم، وقصد اقتحامٍ في بحر الفناء۔

بابِ قصد

حل لغت: الارتیاض۔کسی کو خدمت یا صحبت کے لیے پسند کرنا

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔(النساء:100)

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا نکلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمۂ (کرم) پہ ہے۔

قصد: اس سے مراد خالص ہو کر طاعت کے لیے جمے رہنا یا پختہ ارادہ کرنا ہے۔اس

کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسا قصد جو راضی رہنے پر ابھارتا، تردد سے چھٹکارے اور اغراض سے کنارہ کشی کی ترغیب دلاتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسا قصد جس کے سامنے جو سبب بھی آئے کاٹ دے، جو روکاوٹ ہو اسے ختم کردے اور جیسا بارِ گراں بھی ہو اسے آسان کردے۔

تیسرا درجہ: تہذیبِ علم کے لیے سرِ تسلیم خم کرنے کا، اسبابِ حکم کو قبول کرنے کا اور پھر بحرِ فنا میں غوطہ زن ہونے کا قصد ہے۔

باب العزم

قال الله تعالیٰ (فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) العزم الحقیقی: القصد طوعا أو کرھا، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ إباء الحال علی العلم، لشیم برق الکشف، واستدامة نور الانسِ، والاجابة لاماتة الھویٰ۔ الدرجة الثانیة الاستغراق فی لوائح المشاھدة، واستنارة ضیاء الطریق، واستجماع قوی الاستقامة، الدرجة الثالثة معرفةعلّة العزم، ثم العزم علیٰ التخلّص من العزم، ثم الخلاص من تکالیف ترك العزم، فاِنّ العزائم لم تورث أربابھا میراثًا أکرَمَ مِنْ وقوفھم علیٰ علل العزائم۔

بابِ عزم (پختہ ارادہ کرنا)

حل لغت: اِباء۔ ناخوش ہونا، انکار کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (آلِ عمران:159)

پس جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پہ بھروسا کریں۔

عزمِ حقیقی: خوشی یا مجبوری سے قصد کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: کشف کی بجلیوں کی چمک پا لینے کے لیے حال علم سے ناخوش ہوتا ہے، نورِ

اُنس کا دوام طلب کرنے اور مرگِ خواہشات کو منظور کر لینے کے لیے حال علم کا انکار کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: بندہ مشاہدہ کی لوائح میں کھو جاتا ہے، راستے کی ضیا سے چمک حاصل کی جاتی ہے اور استقامت کی قوتوں کو یکجا کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: عزم کی علت کو پہچانا جاتا ہے پھر عزم سے نجات پانے پر عزم کیا جاتا ہے پھر ترکِ عزم کی تکالیف سے بھی نجات پائی جاتی ہے کیونکہ عزائم اہلِ عزائم کے لیے عزائم کی علتوں پر واقفیت سے زیادہ میراث نہیں چھوڑتے

باب الارادة

قال الله تعالیٰ (قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ) الارادة من قوانين هٰذا العلم وجوامع أبنيته، وهو الاجابة لدواعی الحقيقة طوعًا، وهو علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ ذهاب عن العادات بصحبة العلم، والتعلّق بأنفاس السالكين مع صدق القصد، وقلع كلِّ شاغلٍ من الاِخوان ومشقّة من الأوطان۔ الدرجة الثانية تقطع بصحبة الحال، وترويح الأنس، والسيربين القبض والبسط۔ الدرجة الثالثة ذهولٌ مع صحة الاستقامة، وملازمة رعاية الأدب۔

بابِ ارادہ

حل لغت: ذھول۔(ف) بھول جانا، غافل ہونا (س) حیران ہونا، ہکابکا ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ ۔(بنی اسرائیل:85)

فرما دیجیے ہر کوئی اپنے انداز پہ کام کرتا ہے۔

ارادہ: اس علم کے قوانین اور اس کی بنیادوں کو جمع کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔

اور اس سے مراد اسبابِ حقیقت کو خوشی سے قبول کرنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علم کی سنگت اپناتے ہوئے عادات سے چھٹکارا پانا، صدقِ قصد سے انفاسِ

سالکین سے تعلق جوڑنا اور بھائیوں میں سے جو بھی حق سے غافل کرنے کا باعث ہوں ان سے کنارہ کشی کرنا اور اوطان سے دور نکل جانا ہے۔

دوسرا درجہ: صحبت حال کی خاطر قطع تعلقی کرنا، انس کو بیدار کرنا اور قبض وبسط سے ملی جلی کیفیت میں چلنا ہے۔

تیسرا درجہ: صحت استقامت کے ساتھ ہر چیز سے غافل ہوجانا اور رعایتِ ادب پر ہمشگی کرنا ہے۔

باب الأدب

قال الله تعالیٰ (وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ) الأدب؛ حفظ الحد بين الغلو والجفاء بمعرفة ضرر العدوان، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ منع الخوف أنْ يتعدّیٰ اِلَی الایاس وحبس الرجاء أنْ يخرج الَی الأمن وضبط السرور أنْ يضاهي الجرأة۔ الدرجة الثانية الخروج من الخوف الیٰ ميدان القبض، والصعود عن الرجاء اِلیٰ ميدان البسط، ثمّ الترقي عن السرور الیٰ ميدان المشاهدة۔ الدرجة الثالثة معرفة الأدب؛ ثم الغنٰى عن التأدّب بتادّب الحق، ثمّ الخلاص من شهود أعباءِ الأدب۔

بابِ ادب

حل لغت: یضاھی۔ وہ مشابہ ہوتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ ۔ (توبہ: 112)

اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے

ادب: حدود پامال کرنے کے ضرر کو پہچان کر حد سے بڑھ جانے اور جفا کے درمیان رہتے ہوئے حد کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: خوف کو روکنا کہ مایوسی تک نہ پہنچنے پائے، امید کو روکنا کہ امن کی طرف نہ نکل جائے اور خوشی کو روکنا کہ جرأت کے مشابہ نہ ہوجائے۔

دوسرا درجہ: خوف سے نکل کر میدانِ قبض کی طرف جانا ہے، امید سے بڑھ کر میدانِ بسط کی طرف جانا ہے پھر سرور سے ترقی کرتے ہوئے میدانِ مشاہدہ میں جانا ہے۔

تیسرا درجہ: معرفتِ ادب ہے۔ پھر تادیبِ حق (حق کے آداب سکھانا) کے باعث تأدُّب (آداب بجالانا) سے غنی ہوجانا ہے پھر ادب کی عباؤں (چادروں) کو دیکھنے سے رہائی پانا ہے۔

باب الیقین

قال الله تعالیٰ (وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝) الیقین؛ مرکب الآخذ فی ھٰذا الطریق، وھو غایة درجات العامة؛ وقیل اوّل خطوة الخاصة، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ علم الیقین، وھو قبول ما ظھر من الحق، وقبول ما غاب للحق، والوقوف ما قام بالحق۔ الدرجة الثانیة عین الیقین، وھو الغنٰی بالاستدراك عن الاستدلال، وعن الخبر بالعیان وخرقُ الشھودِ حِجابَ العلم۔ الدرجة الثالثة حق الیقین، وھو اِسفار کشفِ الصبح، ثمّ الخلاص من کلفة الیقین، ثمّ الفناء فی حق الیقین۔

بابِ یقین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ (ذریات:20)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے۔

یقین: اس راہ پہ چلنے والوں کی سواری ہے اور عوام کے درجات کی انتہا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ خواص کا پہلا قدم ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علمِ یقین ہے اس سے مراد حق سے جو ظاہر ہوا سے قبول کرنا، جو حق کے لیے غائب ہوا سے قبول کرنا اور جو حق کے ساتھ قائم ہو اس پہ ٹھہر جانا ہے۔

دوسرا درجہ: عینِ یقین ہے اس سے مراد مقصود کو پالینا ہے لہٰذا استدلال کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور دیکھ لینے کے باعث خبر کی ضرورت نہیں رہتی اور حجابِ علم کو شہود کے ذریعے

تارتار کردینا ہے۔

تیسرا درجہ: حقِ یقین ہے اس سے مراد صبح کشف کو خوب روشن کرنا پھر کلفتِ یقین سے رہائی پانا پھر حق الیقین میں فنا ہونا ہے۔

باب الأنس

قال الله تعالیٰ (وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ) الأنس: إشارة الی روح القرب، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ الأنس بالشواھد، وھو استحلاء للذکر، والتغذّی بالسماع والوقوف علَی الاشارات۔ الدرجة الثانية الأنس بنور الکشف، وھو أُنس شاخِصٌ عن الأنس الاول یشوبہٗ صولةُ الھیمان، ویضربہٗ موج الفناء، وھو الّذی غلب قومًا علیٰ عقولھم، وصلب قومًا طاقةَ الاصطبار، وحلّ عنھم قیود العلم، وفی ھٰذا ورد الخبر بھٰذا الدعاء (أسألك شَوْقًا اِلیٰ لقائك)، من غیر ضراء مضرة، ولا فتنة مضلّة، والدرجة الثالثة أنس اضمحلالٍ فی شھودِ الحضرة، لایعبرعن عینہٖ۔

بابِ انس

حل لغت: شاخص۔ بلند، اضمحلال۔ گھٹنا، نیست ہونا، اڑنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

(بقرہ:186)

اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارے۔

یہ روحِ قرب کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: انس شواہد ہے یعنی ذکر کو میٹھا سمجھنا، سماع سے غذا حاصل کرنا اور اشارات پہ ٹھہر جانا۔

دوسرادرجہ: نورِکشف سے انس ہے یہ پہلے درجہ سے بالا ہے اس میں سطوت محبت کی آمیزش ہوتی ہے اور موجِ فنا اس سے ٹکرا رہی ہوتی ہے۔ اس نے ایک گروہ کی عقول کو مغلوب کر دیا، ایک قوم کا جامِ صبر لبریز کر دیا اور ان لوگوں کے علم کے بندھن کھول دیے ہیں۔ اسی بات کے بارے میں خبر میں یہ دعا آئی ہے (أَسْأَلُكَ شوقًا الٰی لقائِكَ من غیرِ ضرّاءِ مُضِرّةٍ ولا فتنة مضلةٍ)، (مسند احمد و نسائی)، الٰہی تجھ سے تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں جس میں نقصان دہ ضرر نہ ہو اور کوئی گمراہ کن فتنہ نہ۔

تیسرا درجہ: یہ شہودِ جناب میں انسِ اضمحلال (نیست ہونے سے پیار) ہے۔ اسکے عین کو کسی عبارت میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی حد کی طرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کی حقیقت سے واقفیت نہیں کی جا سکتی۔

باب الذکر

قال الله تعالیٰ (وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ) یعنی اذا نسیت غیرہٗ ونسیت نفسك فی ذکرك، ثمّ نسیت ذکرك فی ذکرہٖ، ثمّ نسیت فی ذکر الحق اِیّاك کلّ ذکر، والذکر: ھو التخلّص من الغفلة والنسیان، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ الذکر الظاهر، من ثناء أوْ دُعاء أوْ رِعایة۔ الدرجه الثانیة الذکر الخفیّ، وھو الاِخلاص منَ القیود، والبقاء مع الشھود، ولزوم المسامرة۔ الدرجة الثالثه الذکر الحقیقی؛ و ھو شھود ذکر الحق اِیّاك، والتخلّص من شھود ذکرك و معرفة افتراء الذاکر فی بقائه مع الذکر۔

بابِ ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ (کہف: 24)

اور اپنے رب کو یاد کیجیے جب بھول جاؤ۔ یعنی اس وقت یاد کرو جب غیر کو بھول جاؤ اور اپنے ذکر میں اپنی ذات کو بھی بھلا دو پھر اس کے ذکر میں اپنی یاد (ذکر کرنے کے عمل) کو بھول جاؤ پھر ذکرِ حق میں علاوہ ازیں ہر ذکر کو بُھلا دو۔

ذکر: یہ غفلت اور بھول جانے سے چھٹکارا پانا ہے۔
اس کے تین درجات ہیں۔
پہلا درجہ: ذکرِ ظاہری ہے یہ ثنا، دعا یا رعایت سے ہوتا ہے۔
دوسرا درجہ: ذکرِ خفی ہے یہ قیود سے خلاصی پانے، شہود کے ساتھ باقی ہونے اور راتوں میں مصروفِ فغاں ہونے کا نام ہے۔
تیسرا درجہ: ذکرِ حقیقی ہے اس سے مراد اس بات کا مشاہدہ کرنا ہے کہ ذاتِ حق تیرا ذکر کرتی ہے اور تیرا اپنے ذکر کے مشاہدہ سے نجات پانا ہے اور حالتِ ذکر میں ذاکر کے اپنی بقا کے افترا (بہتان) سے نجات پانا ہے۔

باب الفقر

قال اللہ تعالیٰ (یَآاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ ۚ) الفقر: اسم للبرأة من رؤية الملكة وهو على ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولى فقر الزّهاد، وهو قبض اليد عن الدنيا ضبطًا أو طلبًا، واسكات اللسان عنه ذمًّا أو مدحًا والسلامة منها طلبًا أو تركًا، وهٰذا هو الفقر الّذى تكلّموا فى شرفه۔ الدرجة الثانية الرجوع إلى السبق بمطالعة السبق، وهو يورث الإ خلاص من رؤية الاعمال، ويقطع شهود الأحوال، ويمحص من أدناس مطالعة المقامات۔ الدرجة الثالثة صحة الاضطرار والوقوع فى يد المنقطع، الوحدانى فى بيداء التجريد، وهٰذا فقر الصوفية۔

بابِ فقر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یَآاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ ۚ۔ (فاطر: 15)
اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو۔
فقر: رویتِ ملکیت سے براءت کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔
پہلا درجہ: فقرِ زہاد ہے یہ دنیا سے کسی چیز کو پاس رکھنے یا طلب کرنے سے ہاتھ روک لینا، زبان کو اس کی مدح یا مذمت سے روک لینا اور اس سے کسی چیز کی طلب یا ترک سے

Scanned with CamScanner

سلامتی پانا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کی مدح میں گفتگو ہوئی ہے۔

دوسرا درجہ: فضل وعنایت کے مطالعہ میں سبقت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یہ بات اعمال کو دیکھنے سے نجات دلاتی ہے، شہودِ احوال کو قطع کر دیتی ہے اور مطالعہ مقامات سے پیدا شدہ ادناس (میل کچیل) سے پاکیزہ کرتی ہے۔

تیسرا درجہ: صحتِ اِضطرار ہے اور یہ تجرید کے چٹیل میدان میں ہر چیز سے جدا کر دینے والے اور یکتا کر دینے والے کے ہاتھوں میں واقع ہونا ہے اور یہ صوفیا کا فقر ہے۔

باب الغنٰی

قال الله تعالٰی (وَ وَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ۞)؛ الغنیٰ اسم للمِلك التّام وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الأولٰى غناء القلب وهو سلامتهٗ من السبب، ومسالمتهٗ للحكم وخلاصهٗ من الخصومة۔ الدرجة الثانيه غنى النفس، وهو استقامتها على المرغوب، وسلامتها من المسخوط، وبراءتها من المراءۃ۔ الدرجة الثالثة الغنٰى بالحق، و هو علٰى ثلاث مراتب، الاولٰی: شهودك ذكرهٗ اياك، والثانية: دوام مطالعه أوليته، والثالثة: الفوز بوجود شهودك ذكرهٗ اياك۔

بابِ غنٰی

ارشادِ باری تعالٰی ہے: وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ۞۔ (الضحٰی)

آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا۔

غنٰی: یہ ملکِ تام کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: غنائے قلب ہے یہ سبب سے سلامت ہونے، حکم کو مان لینے اور خصومت سے چھٹکارا پانے کا نام ہے۔

دوسرا درجہ: غنائے نفس ہے یہ نفس کا پسندیدہ باتوں پر ثابت قدم رہنے، قابلِ ناراضگی سے محفوظ رہنے اور ریاکاری سے بچنا ہے۔

تیسرا درجہ: غنیٰ بالحق ہے۔اس کے تین مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ: تو اس بات کا مشاہدہ کرے کہ ذاتِ خدا تجھے یاد کر رہی ہے۔

دوسرا مرتبہ: اس کی شانِ اولویت (ہر ایک سے مقدم ہونے) کا تو ہمیشہ مطالعہ کرتا رہے۔

تیسرا مرتبہ: اس مقام کو پانے میں کامیاب ہو جائے کہ خود مشاہدہ کر سکے کہ ذاتِ خدا تیرا ذکر کر رہی ہے۔

باب مقام المراد

قال اللہ تعالیٰ (وَمَا كُنْتَ تَرْجُوٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ) اکثرُ المتکلّمین فی ھٰذا العلم، جعلوا المراد والمرید اِثنین، وجعلوا مقام المراد فوق مقام المرید، واِنّما أشاروا باسم المراد اِلیٰ الضنائن الّذین ورد فیھم الخبر، وللمراد ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ أنْ یعصم العبد وھو یشتشرف للجفاء اِضطرارًا بتبغیض الشھوات، وتعویق الملاذ، وسدِّ مسالکِ المعاطب علیه اِکراھًا۔ الدرجة الثانیة أنْ یضع عن العبد عوارض النقص، ویعافیه من سمة اللائمة، ویملکهٗ عواقب الھفوات، کما فعل بسلیمان علیه الصلوٰة والسلام فی قتل الخیل، فحملهٗ علیٰ الریح الرخاء فأغناہ عن الخیل، وفعلَ بموسیٰ علیه الصلوٰة والسلام، حین ألقی الالواح وأخذ برأس اخیه، ولم یعتب علیه، کما عتب علیٰ آدم وداود ونوح ویونس علیھم الصلوات والسلام، الدرجة الثالثة اِجتباء الحق تعالیٰ عبدہٗ واستخلاصهٗ ایاہُ بخالصته، کما اِبتدأ موسیٰ علیه الصلوات والسلام، وقد خرج یقتبس نارًا، فاصطنعهٗ لنفسه، وأبْقیٰ منه رسمًا معارا۔

مقامِ مراد

حلِ لغت: ضنائن: خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگ۔ تعویق: روکنا، باز رکھنا، ہٹا دینا۔ ھفوات: لغزشیں۔ معطب (ج) معاطب جائے ہلاکت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (قصص:86)

اور تم (حضور ﷺ کی وساطت سے امت محمدی کو خطاب ہے) اس بات کی امید نہ رکھتے تھے کہ تم پر (یہ) کتاب اتاری جائے گی مگر یہ تمہارے رب کی رحمت سے اتری ہے۔ (عرفان القران)۔

اس علم میں زیادہ تر گفتگو کرنے والوں نے مراد اور مرید کو الگ الگ بنایا ہے اور انہوں نے مراد کے مقام کو مرید کے مقام سے فوقیت دی ہے۔ اور اسم مراد کے ذریعے خدا تعالیٰ کے ان خواص کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے۔

مراد کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: بندہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور جفا کی طرف مجبوراً جھانک کے دیکھتا ہے کیونکہ وہ شہوات سے بغض رکھتا ہے، لذتوں سے خود کو محفوظ رکھتا ہے اور ہلاکت کی جگہوں کے راستے زبردستی بند کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ بندے سے عوارضِ نقص کو مٹا دیتا ہے، ملامت کے اثر سے عافیت بخشتا ہے اور لغزشوں کے انجام اس کی ملکیت میں کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام کے ساتھ گھوڑوں کے قتل میں کیا گیا کہ باری تعالیٰ نے آپ کو ہوا پہ سوار کیا اور ان سے بے نیاز کر دیا اور سیدنا موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام کے ساتھ کیا کہ آپ نے الواح کو پھینک دیا اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ لیا لیکن ان پہ عقاب نہ فرمایا جس طرح کہ سادا تنا آدم، نوح، یونس علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوات والسلام کے ساتھ فرمایا گیا۔

تیسرا درجہ: اللہ تعالیٰ کا بندے کو چن لینا اور محض اپنے لیے خالص بنالینا ہے۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام ابتداءً آپ آگ کی تلاش میں نکلے تو خدا تعالیٰ نے انہیں اپنا بنالیا اور ان کے لیے صرف ایک عارضی نشان باقی رکھا۔

وامّا قسم الادويّة

فهى عشرة أبواب وهى الاحسان، والعلم، والحكمة، والبصيرة، والفراسة، والتعظيم، والالهام، والسكينة، والطمانينة، والهمّة

اقسامِ ادویہ

یہ دس ابواب ہیں: احسان، علم، حکمت، بصیرت، فراست، تعظیم، الہام، سکینت، طمانینت، ہمت

باب الاحسان

قال الله تعالىٰ (هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ) ذكرنا فى صدر هٰذا الكتاب انّ الاحسان اسم جامع لجميع أبواب الحقائق، وهو أنْ تعبد الله كأنك تراه، وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ الاحسان فى القصد، بتهذيبه علمًا، وابرامه عزمًا، وتصفيته حالاً، الدرجة الثانية الاحسان فى الأحوال، وهو أنْ يراعيها غيرةً، ويسترها تظرفًا ويُصحّحُها تحقيقًا۔ الدرجة الثالثة الاحسان فى الوقت، وهو أنْ لا تزايل المشاهدة أبدا، ولا تخلط بهمتك أمدًا، وأنْ تجعلَ هجرتك الى الحق سرمدًا۔

بابِ احسان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (رحمٰن:60)

احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔

کتاب کے شروع میں ہم نے ذکر کیا کہ احسان ان تمام ابوابِ حقائق کا جامع ہے اور اس سے مراد ہے کہ بندہ اللہ کی یوں عبادت کرے گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: قصد میں احسان ہے وہ اس طرح کہ اسے علم کے ذریعے مہذب، عزم کے

لحاظ سے پختہ اور حال کے لحاظ سے پاکیزہ بنایا جائے۔

دوسرا درجہ: احوال میں احسان ہے وہ اس طرح کہ بندہ غیرت کے لحاظ سے ان کی رعایت کرے، انہیں کناروں پہ رکھتے ہوئے پوشیدہ رکھا جائے اور تحقیقاً (حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے) ان کی تصحیح کی جائے۔

تیسرا درجہ: وقت میں احسان ہے اس سے مراد ہے کہ تو مشاہدہ سے کبھی بھی زائل نہ ہونے پائے، ہمت کو کسی مدت سے نہ ملائے اور سوئے حق اپنی ہجرت کو دائمی بنالے۔

باب العلم

قال الله تعالىٰ (وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝) العلم ما قام بدليلٍ، ورفع الجهل، وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ علمٌ جلى، به يقع العيان، أوْ استفاضةٌ صحيحة، أوْ صحة تجربةٍ قديمة الدرجة الثانية علمٌ خفىٌ، ينبت فى الاسرار الطاهرة من الأبدان الزّكية بماء الرياضة الخالصة، ويظهر فى الأنفاس الصادقة لأهل الهمة العالية، وفى الأحايين الخالية فى الأسماع الصاخية، وهو علمٌ يظهر الغائبَ ويغيب الشاهدَ، ويشير الىٰ الجمع۔ الدرجة الثالثة علمٌ لدنى، إسنادهٗ: وجودهٗ وإدراكهٗ: عيانهٗ ونعْتهٗ: حكمه، ليس بينهٗ وبين الغيب حجابٌ ۔

بابِ علم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ ۔ (کہف:65)

اور ہم نے انہیں اپنی جناب سے علم عطا کیا۔

علم سے مراد وہ چیز ہے جو دلیل سے قائم ہو اور جہالت کا دور ہو جانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علمِ جلی ہے۔ اسی کے ذریعے معائنہ یا صحیح استفاضہ (فیض حاصل کرنا) کا حصول یا قدیم تجربہ صحیح ہو پاتا ہے۔

دوسرا درجہ: علمِ خفی ہے یہ پاک بدنوں کے پاک سینوں میں خالص ریاضت کے پانی

Scanned with CamScanner

سے پیدا ہوتا ہے اور شورش زدہ گھڑیوں میں سے جب خالی لمحات آتے ہیں تو عالی ہمت لوگوں کے لیے انفاسِ صادقہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جو غائب کو ظاہر اور شاہد کو غائب کر دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: علمِ لدنی ہے۔ اس کی سند اس کا اپنا وجود ہے، اس کا ادراک اس کا معائنہ ہے، اس کی صفت ہی اس کا حکم ہے اور اس کے اور غائب کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

باب الحكمة

قال الله تعالىٰ (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ) الحكمة: اسمٌ لإحكام وضع الشي في مؤضعه، وهي على ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجه الاولى أنْ تُعطىَ كلَّ شيئٍ حقّه، ولا تعديه حدّهٗ، ولا تعجلهٗ قبلَ وقتِهٖ۔ الدرجة الثانية أنْ تشهد نظرالله في وعيدهٖ، وتعرف عدْلهٗ في حكمهٖ، وتلْحظ بِرّهٗ في منْعهٖ۔ الدرجة الثالثةأنْ تبلغ في اسْتدراكك البصيرة، وإرْشادك الحقيقة، واشارتك الغاية۔

بابِ حکمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ

دانائی عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے دانائی عطا کی گئی بلاشبہ اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

حکمت: کسی چیز کو اس کے مقام میں پختہ کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ہر چیز کو اس کا حق ادا کرنا، اس کی حد سے آگے نہ بڑھنا اور اسے قبل از وقت نہ کرنا۔

دوسرا درجہ: اللہ کی وعید میں اس کے حکم کو پہچاننا، اس کے حکم میں اس کے عدل کو پہچاننا اور کسی چیز کے روکنے میں اس کی بھلائی کا ملاحظہ کرنا۔

تیسرا درجہ: بندہ اپنے استدراک (کسی چیز کو پالینے) میں بصیرت کو پہنچ جائے، اپنی

راہنمائی میں حقیقت کو پہنچ جائے اور اپنی اشارت میں انتہا کو پہنچ جائے۔

باب البصیرۃ

قال اللہ تعالیٰ (قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ)

البصیرۃ: مایخلصك من الحیرۃ، وھی علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجۃ الاولیٰ أن تعلم انّ العلم القائم بتمھید الشریعۃ، یصدر عن عین لایخاف عواقبھا، فتریٰ من حقّہٖ، أنْ یؤدّیہٗ یقینًا، ویغضب لہٗ غیرۃً۔ الدرجۃ الثانیۃ انْ تشھد فی ھدایۃ الحق واضلالہٖ اصابۃ الحق، وفی تقسیم اقسامہٖ رعایۃ البرّ، وتُعاین فی جذبہٖ حبل الوصال، الدرجۃ الثالثۃ بصیرۃ تفجر المعرفۃ، تثبت الاشارۃ، وتنبت الفراسۃ،

بابِ بصیرت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

(یوسف:108)

فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پہ چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔

بصیرت: ایسی چیز جو حیرت سے نکال دے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ بات جان لینا ہے کہ جو علم تمہیدِ شریعت سے قائم ہے اس چشمے سے نکل رہا ہے جس کے انجام کا خوف نہیں کیا جاتا

دوسرا درجہ: بندہ حق کی ہدایت نوازی اور اس کے گمراہ کرنے میں اصابت عدل (عدل کی درستگی) کا مشاہدہ کرے، اقسام کے بنانے میں بھلائی کی نگہبانی کا مشاہدہ کرے اور اس کا اپنی ہی جناب کی طرف جذب (کھینچنے) کی توفیق ارزانی میں وصال کی ڈوری کا معائنہ کرے۔

تیسرا درجہ: ایسی بصیرت ہے جو معرفت کو اجاگر کرے، اشارت (راہنمائی) کو ثابت

کرے اور فراست کو پیدا کرے۔

باب الفراسة

قال الله تعالیٰ (اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ) التوسّم: التفرّس، وھو استئناس حکمٍ غیبٍ، یعنی بلا استدلالٍ بشاھدٍ، ولا اعتبار بتجربةٍ، وھی علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ فراسةٌ طارئةٌ نادرةٌ تسقط علیٰ لسانٍ وَحْشیٍ فی العمر مرّةً، لحاجةٍ سَمِعَ مریدٌ صادقٌ اِلیھا، ولا یتوقّف علیٰ مخرجھا ، ولا یؤبه لصاحبھا، وھٰذا شیئٌ لا یتخلّص من الکھانة وما ضاھاھا، لِانّھا لم تشر عن عینٍ، ولم تصدر عن علمٍ، ولم تسبق بوجود، الدرجة الثانیة فراسة تجنٰی من غرس الایمان، وتطلُع من صحة الحال، وتلمع من نور الکشفِ۔ الدرجة الثالثة فراسة سریةٌ، لم تجتلبھا رؤیة علیٰ لسان مصطنعٍ، تصریحًا أو رمزًا۔

بابِ فراست (سمجھ بوجھ)

حلِ لغت: طراء۔ (ف) دور سے اچانک آ جانا طارئٌ ابه۔ (ف) اَبَھًا سمجھا جانا، تاڑ لگانا لا یوبہ لہٗ۔ اس کی طرف توجہ و التفات نہیں کی جاتی رَدِیَّةٌ۔ امور میں غور و فکر سرا۔ (ن) سرواُمروت وسخاوت والا ہونا (مص) سریّة

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ (حجر:75)

بیشک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

توسم سے مراد تفرس (سمجھ جانا) ہے اور کسی دلیل سے استدلال کیے بغیر اور کسی تجربہ سے نتیجہ لیے بغیر حکمِ غیبی سے انس کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایسی فراست جو اچانک نمودار ہوتی ہے اور زندگی میں ایک بار کسی وحشی انسان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی حاجت کے لیے آ جاتی ہے جس کے لیے مریدِ صادق نے کان لگائے ہوں۔ اس کے مخرج (نکلنے کی جگہ) کا پتا نہیں لگ سکتا اور اس کے صاحب کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور یہ چیز کہانت اور اس کے مشابہ چیزوں سے جدا نہیں

کیونکہ یہ (اپنے) سرچشمے کے بارے اشارہ نہیں کرتی اور نہ کسی علم سے صادر ہوئی ہے اور نہ ہی اس سے پہلے کسی وجود نے سبقت کی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی فراست جو ایمان کے درخت سے لی جاتی ہے اور صحتِ حال سے طلوع ہوتی ہے اور نورِ کشف سے جلا پاتی ہے۔

تیسرا درجہ: مروت وسخاوت والی فراست ہے خواہ تصریحاً ہو یا رمزاً ہو اور کسی ملمع ساز کی زبان پر غور وفکر کا نتیجہ نہیں ہوتی۔

باب التعظيم

قال الله تعالىٰ (مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا) التعظيم: معرفة العظمة مع التذلّلِ لها، وهي على ثلاث درجاتٍ، الدرجة الأولىٰ تعظيمٌ للامر والنهي، وهو أنْ لا يعارضهما بترخّص جافٍ، ولا يُعترضا بتشديد غالٍ، ولا يُحملا على علّة توهن الانقياد۔ الدرجة الثانية تعظيم الحق: أنْ لا يبغى له عوجٌ، أوْ يدافع بعلمٍ، أوْ يرضٰى بعوضٍ، الدرجة الثالثة تعظيم الحق، وهو أنْ تجعلَ دونهُ سببًا، ولا ترىٰ عليه حقًا، ولا تنازعَ له احتيالاً۔

بابِ تعظیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا۔ (نوح:13)

تمہیں کیا ہے کہ تم خدا کے لیے وقار کی امید نہیں رکھتے۔

اس سے مراد عظمت کے سامنے سرنگوں ہوتے ہوئے اس کی پہچان حاصل کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: امر ونہی کی تعظیم کرنا ہے وہ اس طرح کہ کسی خشک رخصت کے ساتھ ان کا مقابلہ نہ کرے، نہ ہی انہیں غالی شدت پہ پیش کرے اور نہ ہی انہیں کسی ایسی علت پہ پیش کرے جو جذبۂ تابعداری کو کمزور کر دے۔

دوسرا درجہ: تعظیمِ حکم ہے کہ اس کے لیے کسی ٹیڑھے پن کو تلاش نہ کیا جائے، نہ ہی علم

کے ذریعے اس کا دفاع کیا جائے اور نہ ہی اس کے کسی عوض پہ راضی ہوا جائے۔

تیسرا درجہ: تعظیم حق ہے کہ اس کے سامنے کوئی روکاوٹ نہ قائم کی جائے، اس پر اپنا کوئی حق نہ سمجھا جائے اور حیلہ بازی کے ذریعے اس پہ جھگڑا نہ کیا جائے۔

باب الالہام

قال اللہ تعالیٰ (قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ) الالهام مقام المحدَّثين، وهو فوق الفراسة، لانّ الفراسة ربّما وقعت نادرةً اوْ اسصعبت على صاحبها وقتا، والالهام لا يكون الّا في مقامٍ عتيدٍ، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ اِلهام نبى، يقع وحيًا قاطعا مقرونًا بالسماع اوْ مطلقا۔ الدرجة الثانية الهامٌ يقع عيانًا وعلامة صحّته انّهٗ لا يخرق سترًا، ولا يجاوزُ حدًا ولا يخطىء أبدًا۔ الدرجة الثالثة اِلهامٌ يجلو ليقينِ التحقيق صرفًا، وينطق عن عين الازل محضًا، وللالهامِ غايةٌ، تمتنعُ عن الاشارة اليها۔

بابِ الہام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (نمل:40)

جس کے پاس کتاب سے کچھ علم تھا عرض کرنے لگا کہ آپ کی پلک جھکنے سے پہلے میں اسے (تختِ بلقیس) کو آپ کے ہاں لے آتا ہوں۔

الہام: محدّثین (وہ لوگ جن کی حق تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی کی جاتی ہے) کا مقام ہے۔ یہ مقامِ فراست سے بالا ہے کیونکہ فراست بعض دفعہ نادر ہوتی ہے اور بسا اوقات صاحبِ فراست کو مشکل پیش آ رہی ہوتی ہے اور فراست اس کا ساتھ نہیں دے رہی ہوتی جب کہ الہام صرف بھاری مقام میں ہی ہوا کرتا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: نبی (علیٰ کل منہم وعلیٰ نبیّنا الصلوات والسلام) کے الہام کا ہے جو کہ وحی ہے، قطعی ہے اور بذریعہ سماع یا مطلقاً ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: آنکھوں سے دیکھتے ہوئے الہام کا ہے اس کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ یہ پردہ دری نہیں کرتا اور نہ ہی حد سے متجاوز ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی خطا کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: اس الہام کا ہے جو صرف یقینِ تحقیق کے لیے واضح ہوتا ہے اور محض عینِ ازل کے بارے بات کرتا ہے

الہام کی غایت کی طرف اشارہ ممتنع ہے۔

باب السکینة

قال الله تعالیٰ (هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ) السکینة: اسم لثلاثة اشیاء، اوّلها سکینة بنی اسرائیل الّتی أُعطوها فی التابوت، قال أهل التفسیر: هی ریحٌ هفافة وذکروا صفتها، وفیها ثلاثة اشیاء، هی لانبیائهم معجزةٌ، ولملوکهم کرامةٌ وهی اٰیة النصرة، تخلع قلوب العدوّ بصوتها رعبًا اذا التقی الصفان للقتال۔ والسکینة الثانیة هی الّتی تنطق علیٰ السن المحدّثین، لیست هی شیئًا یملك انّما هی شیءٌ من لطائف صنع الحق، یلقی علیٰ لسان المحدَّث الحکمة کما یلقی الملك الوحی علیٰ قلوب الانبیاء، وتنطق المحدّثین بنکت الحقائق، مع ترویح الأسرار وکشف الشبه۔ والسکینة الثالثة هی الّتی انزلت فی قلب النبی وقلوب المؤمنین، وهی شیءٌ یجمع نورًا وّقوّة وروحًا، یسکن الیه الخائف ویتسلی به الحزین، ویسکن لهٗ العصی والجریء والآبی۔ وامّا سکینة الوقار الّتی تراها نعتًا لِأربابها فانّها ضیاء تلك السکینة الثالثة الّتی ذکرناها، وهی علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ: سکینة الخشوع عند القیام بالخدمة، رعایةً، وتعظیمًا، وحضورًا۔ الدرجة الثانیة: السکینة عند المعاملة، بمحاسبة النفس، وملاطفة الخلق، ومراقبة الحق۔ الدرجة الثالثة: السکینة الّتی تنبت

الرضا بالقسم، وتمنع من الشطحِ الفاحش، وتقف بصاحبها علی حدّ الرتبة، والسکینۃ لا تنزل قط الّا فی قلب نبی أو ولیّ۔

بابِ سکینت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَالَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ (فتح:4)
وہ ذات ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں سکون کو نازل کیا۔

سکینہ: یہ تین چیزوں کا نام ہے۔

سکینت اوّل: بنی اسرائیل کی سکینت ہے جو انہیں تابوت میں عطا کی گئی۔ اہلِ تفسیر کا کہنا ہے کہ یہ خوشگوار نفع ہے اور انہوں نے اس کی خوبی کو بیان کیا ہے اور اس میں تین چیزیں ہیں۔ ا۔ یہ ان کے انبیا (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام) کے لیے معجزہ ہے ۲۔ ان کے بادشاہوں کے لیے کرامت ہے۔ ۳۔ یہ فتح مندی کی علامت ہے جب دونوں صفیں جنگ آزما ہوں تو اس کی آواز کے رعب سے دشمن کے دل دہل جاتے ہیں۔

دوسری سکینت: یہ محدّثین کی زبانوں پر بولا کرتی ہے یہ ملکیت میں آجانے والی کوئی چیز نہیں بلکہ حق کی کاریگری کے لطائف میں سے ہے جو محدّث کی زبان پر حکمت کا القا کرتی ہے جیسا کہ فرشتہ قلوبِ انبیا (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام) پر وحی القا کرتا ہے اور محدثین سے حقائق کی ایسی دلچسپ باتیں بیان کرواتی ہے جن سے سینوں کو ٹھنڈک ملتی ہے اور شبہات دور ہوتے ہیں۔

تیسری سکینت: یہ قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے دلوں پہ نازل ہوتی ہے یہ نور، قوت اور راحت کو جمع کرتی ہے۔ خوفزدہ اس سے سکون پاتا ہے اور غم زدہ کو تسلی ملتی ہے۔ نافرمان، جرأت مند اور سرکش اس کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور سکینتِ وقار جو اپنے اہل کے لیے ایک خوبی شمار ہوتی ہے اسی تیسری سکینت کی ضیا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سکینتِ خشوع (عاجزی کی سکینت) کا ہے جو کہ خدمت گزاری کے وقت

رعایت، تعظیم اورحاضر ہونے کی خوبیوں سے متصف ہوتی ہے۔
دوسرا درجہ: معاملہ کے وقت کی سکینت کا ہے جو کہ نفس کے محاسبے، خلقِ خدا سے مہربانی اور مراقبۂ حق کی خوبیوں سے متصف ہوتی ہے۔
تیسرا درجہ: ایسی سکینت جو تقسیم پر رضا کو پیدا کرتی ہے اور شطحِ فاحش (بے ادب گفتگو) سے روکے رکھتی ہے، اپنے صاحب کو اس کے مرتبے پہ روکے رکھتی ہے اور یہ سکینت صرف قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا قلبِ ولی میں ہی نازل ہوتی ہے۔

باب الطمانينة

قال الله تعالى (يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ) الطمانينة: يقوّيه امنٌ صحيح شبيهٌ بالعيان، وبينهٔ وبين السكينة فرقان، احدها: انّ السكينة صولةٌ تورث جمود الهيبة أحيانًا، والطمانينة: سكونُ امنٍ فيه استراحةُ أنسٍ، والثانى انّ السكينة تكون نعتًا وتكونُ حينًا بعد حينٍ، والطمانينة نعتٌ لا تزايل صاحبها وهى على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولى طمانينة القلب بذكرالله ، وهى طمانينة الخائف الَى الرجاء، والضجرِ الَى الحلم، والمبتلى الَى المثوبة۔ الدرجة الثانية طمانينة الروح فى القصد الَى الكشف، وفى الشوق الَى العدّة، وفى التفرقة الَى الجمع۔ الدرجة الثالثة طمانينة شهود الحضرة الَى اللطف وطمانينة الجمع الى البقاء، وطمانينة المقام الى نور الأزل۔

بابِ طمانینت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٠﴾ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢١﴾ (فجر)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ آ یوں کہ خود بھی راضی ہو اور تیرا رب تجھ سے راضی ہو۔

طمانینت: ایسا سکون جسے امنِ صحیح تقویت دے رہا ہو اور یہ عیان (آنکھوں سے

دیکھنا) کے مشابہ ہے اس کے اور سکینت کے درمیان دو فرق ہیں۔

پہلا فرق: سکینت ایسا غلبہ ہے جو کبھی کبھی ہیبت کا جمود (ٹھہراؤ) پیدا کر دیتا ہے جبکہ طمانینت ایسا سکونِ امن ہے جس میں انس کی راحت پائی جاتی ہے۔

دوسرا فرق: سکینت ایک خوبی ہے جو کہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے جبکہ طمانینت ایسی خوبی ہے جو اپنے صاحب سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: دل کا ذکرِ خدا سے مطمئن ہونا ہے۔ اس میں خائف کو امید، پریشان حال کو حلم اور آزمائش والے کو ثواب کی طمانینت ملتی ہے۔

دوسرا درجہ: روح کی طمانینت کا ہے جو کہ قصد میں کشف کی طرف، شوق میں تیاری کی طرف اور تفرقہ میں جمع کی طرف ہوتی ہے۔

تیسرا درجہ: مہربانی کی بارگاہ کو دیکھنے کی طمانینت، جمع اِلی البقاء (بقا میں جمع ہو جانے) کی طمانینت اور نورِ ازل کی طرف ٹھہرنے کی طمانینت ہے۔

باب الهمّة

قال الله تعالیٰ (مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی) الهمّة: ما یملك الانبعاث الی المقصود صرفًا لا یتمالکهٗ صاحبها ولا یلتفت عنها، وهی علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ همّةٌ تصونُ القلب من خِسة الرغبة فی الفانی، وتحمله علی الرغبة فی الباقی وتصفیه من کدر التوانی۔ الدرجة الثانیة همّة تورث ثقةً من المبالاةِ بالعلل، والنزول علی العمل، والثقة بالأمل۔ الدرجة الثالثة همّةٌ تصاعد عن الأحوال والمقامات، وتزری بالأعواض والدرجات، وتنحو من النعوت نحوالذات۔

بابِ ہمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ⑩ (النجم) نہ ہی آنکھ پھسلی اور نہ ہی حد ادب سے آگے بڑھی۔

ہمت: جو ہمہ تن گوش بنا کر مقصود تک جانے کا ایسا جذبہ عطا کرتی ہے جو ویسے اس کے بس کا روگ نہیں ہے اور بندہ اس سے روگردانی نہیں کرتا۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی ہمت جو دل کو فانی میں رغبت کی گھٹیا حرکت سے محفوظ رکھتی ہے، اسے باقی میں رغبت کا شوق دلاتی ہے اور سستی کی کدورت سے پاک کرتی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی ہمت جو علل میں غور و فکر کرنے سے ایک قسم کا اعتماد پیدا کرتی ہے، عمل پر برانگیختہ کرتی ہے اور امید پر بھروسا پیدا کرتی ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی ہمت جو احوال و مقامات سے بے نیاز کر دے، اعواض (بدلے) اور درجات کو پسند نہیں کرتی اور صفات سے ذات کی طرف محوِ سفر ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

وامّا اقسام الأحوال

فهو عشرة أبواب وهى: المحبّة، والغيرة، والشوق، والقلق، والعطش، والوجد، والدهش، والهيمان، والبرق، والذوق۔

احوال کی اقسام

یہ دس ابواب ہیں۔ محبت، غیرت، شوق، قلق، عطش، وجد، دہشت، ہیمان، برق، ذوق

باب المحبّة

قال الله تعالیٰ (فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ) المحبّة: تعلّق القلب بين الهمّة والأنس فى البذل، والمنع علَى الافراد، والمحبّة اوّل اودية الفناء، والعقبة الّتى يتحدّر منها علىٰ منازل المحو وهى آخر منزلٍ تلتقى فيه مقدّمة العامة، وساقة الخاصة، وما دونها اعواض لِأعواض، والمحبّة هى سمة الطائفه وعنوان الطريقة ومعقد النسبة، وهى علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ محبة تقطع الوسواس وتلذّ الخدمة، وتسلى عن المصائب، وهى محبةٌ تنبث من مطالعة المنّة۔ وتثبت باتّباع السنّة، وتنمو علَى الاجابة بالفاقة۔ والدرجة الثانية محبَةٌ تبعث علىٰ اِيثار الحق علىٰ غيره، وتلهج اللسان بذكره، وتقلق القلب بشهوده، وهى محبّة تظهر من مطالعة الصفات، والنظر فى الآيات، والارتياض بالمقامات، والدرجة الثالثة محبّة خالصة تقطع العبارة، وتدفع الاشاره ولا تنتهى بالنعوت، وهٰذه المحبّة هى قطب هٰذا اللسان، وما دونها محاب تنادى عليها الألسن، وادعتها الخليقة وأوجبتها العقول۔

بابِ محبت

حل لغت: حوبا (ن) گنہ گار ہونا خلیقۃ۔ طبیعت قطب۔ مدار

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ (مائدہ:54)

تو پھر (اللہ) ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

محبت: افراد پر بخشش کرنے اور اس کے روکنے میں ہمت و انس کے درمیان دل کا معلق ہونا ہے اور محبت فناء کی وادیوں میں پہلی منزل ہے، وہ گھاٹی ہے جس کے ذریعے محو (مٹ جانا) کی منازل پر اترا جاتا ہے اور یہ اس منزل کا آخری کنارہ ہے جہاں عوام کا مقدم دستہ اور خواص کا پچھلا کارروان ملاقات کرتے ہیں اور اس کے علاوہ تو ادلے بدلے کا لین دین ہے۔

اور محبت یہ (راہِ خدا پہ چلنے والے) طائفہ کی علامت ہے، طریقت کا عنوان ہے۔ اور نسبت کو مضبوط کرنے کا مقام ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی محبت جس سے وسواس ختم ہوتا ہے، خدمت میں لذت محسوس ہوتی ہے اور مصائب سے تسلی ملتی ہے۔ یہ محبت مطالعۂ احسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اتباعِ سنت سے ثابت ہوتی ہے اور فاقہ کشی قبول کرنے سے پروان چڑھتی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی محبت جو حق کو ہر غیر پر ترجیح دینے سے حاصل ہوتی ہے، زبان کو اس کا شیفتۂ ذکر بنا دیتی ہے اور دل کو اس کے مشاہدہ سے بے چین بنا دیتی ہے۔ یہ محبت مطالعۂ صفات، آیات میں غور وفکر اور مقامات سے راضی ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی محبتِ خاطفہ (اچک لینے والی) جو عبارت کو قطع کر دیتی ہے، اشارت کو دور کر دیتی ہے اور صفات پہ ختم نہیں ہو جاتی۔ یہی محبت اس زبان (سے نکلنے والی ہر بات) کا مدار ہے۔ اور ان تین درجات کے علاوہ وہ سب جھوٹ ہے جس پہ زبانیں ندا لگاتی

ہیں اور مخلوق دعویٰ کرتی پھرتی ہے اور عقول نے اسے جنم دیا ہے۔

باب الغيرة

قال الله تعالیٰ، حاكيًا عن سليمان عليه الصلوات والسلام (رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ) الغيرة: سقوط الاحتمال ضنًا، والضيق عن الصبر نفاسةً، وهي على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ غيرة العابد على ضائعٍ يسترد ضياعهٗ، ويستدرك فواتهٗ، ويتدارك قواه۔ الدرجة الثانية غيرة المريد على وقت فاتٍ، وهي غيرةٌ قتالة، فإنّ الوقت وحي التنقصي، ابي الجانب، بطئ الرجوع، الدرجة الثالثة غيرة العارف على عين غطاها غينٌ، وسرٍ غشيهٗ رينٌ، ونفسٍ علق برجاءٍ أوْ التفت الىٰ عطاء۔

بابِ غیرت

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کی بات بیان کرتے ارشاد فرمایا: رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (ص:33)

پھر حکم دیا کہ انہیں (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پہ ہاتھ پھیرنے لگے۔

غیرت: کنجوسی کے ساتھ برداشت کا ساقط ہوجانا ہے۔اور عمدگیٔ طبع کے باعث صبر سے تنگی محسوس کرنا ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: عابد کا کسی ضائع ہونے والی چیز پر ایسی غیرت کرنا جو اس کے ضیاع کو واپس کردے،اس کے نقصان کی تلافی کردے اور اس کی قوت کا تدارک کردے۔

دوسرا درجہ: مرید کا کھوئے ہوئے وقت پر غیرت کرنا ہے۔اور یہ غیرت قاتلِ بے رحم ہے کیونکہ وقت انتہائی سبک رفتار،کسی کی طرف داری کا منکر اور پھر قسمت سے واپس ملتا ہے۔

تیسرا درجہ: عارف کا اس چشمۂ آب پہ غیرت کرنا ہے جسے پیاس نے ڈھانپ رکھا

ہے، اس راز پہ غیرت کرنا ہے جس پہ زنگار چھایا ہو اور اس سانس پہ غیرت کرنا ہے جو کسی امید کے ساتھ وابستہ ہو یا کسی بخشش کی طرف متوجہ ہو۔

باب الشوق

قال الله تعالیٰ (مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ) الشوق هبوب القلب الیٰ غائبٍ، وفی مذهب هٰذه الطائفة، الشوق علّة عظيمة، فاِنّ الشوق انّما يكون الیٰ الغائب، و مذهب هٰذه الطائفة انّما قام علَى المشاهدة، وهٰذه العلّة لم ينطق القرآن باسمهٖ ثم هو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجةالاولیٰ شوق العابد اِلَى الجنّة، ليأمن الخائف، ويفرح الحزين، ويظفر الآمل، الدرجة الثانية شوقٌ الَى الله تعالیٰ، زَرعَهُ الحبّ الّذی نبت علیٰ حافات المنن، فعلق قلبهٗ بصفاتهِ المقدسة واشتاقَ الیٰ معاينة لطائف كرمهٖ، وآيات برّهٖ، واعلامِ فضلهٖ، وهٰذا شوقٌ تغشّاه المبارّ، ويخالطهٗ المسارّ، ويقاويهِ الاصطبارُ۔ الدرجه الثالثة نارٌ اَضْرمَها صفو المحبّة، فنغصت العيش وسلبت السلوة ولم ينهها مَقرّ دون اللّقاء۔

بابِ شوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

(عنکبوت:5)

جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقررہ وقت آنے والا ہے۔

شوق: دل کا غائب کی طرف اڑے جانا ہے اور اس طائفہ کے مذہب میں شوق ایک بڑی بیماری ہے کیونکہ شوق غائب کی طرف ہوا کرتا ہے اور اس طائفہ کا مذہب مشاہدے پر قائم ہے۔ اور اس علت کا قرآنِ کریم نے نام لے کر ذکر نہیں کیا ہے۔

پھر اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: عبادت گزار کا جنت کی طرف شوق ہے تاکہ خائف امن میں رہے، حزین خوش ہو جائے اور امیدوار کامیاب ہو جائے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ کی طرف شوق کا ہے اور اس کی کھیتی اس بیج سے ہے جو احسانات کے کناروں پہ اُگتا ہے اور اس کا دل صفاتِ مقدسہ کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ اور اس کے کرم کے لطائف، بھلائی کی نشانیوں اور فضل کے پرچموں کے معائنے کا مشتاق بن جاتا ہے۔ اس شوق پر بھلائی چھا گئی ہوتی ہے، اس میں مسرت کی آمیزش ہوتی ہے اور صبر اسے تقویت دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی آگ ہے جسے محبت کی صفائی نے روشن کیا ہوتا ہے۔ پس زندگی اجیرن اور تسلی مسلوب (چھین لی گئی) ہو جاتی ہے اور ملاقات کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا۔

باب القلق

قال الله تعالیٰ حاکیًا عن کلیمہٖ (وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی) القلق: تحریک الشوق باسقاط الصبر، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ: قلقٌ یُضیق الخلق، ویلذّذ الموت۔ والدرجة الثانیة قلق یغالب العقل، ویخلّ السمع، ویطاول الطاقة ،۔ والدرجة الثالثةُ قلقٌ لا یرحم أبدًا، ولا یقبل أمدًا، ولا یُبقی أحدًا۔

بابِ قلق

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کا قول بیان فرمایا: وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی۔ (طٰہٰ:84)

اور میں نے تیری طرف جلدی کی میرے رب کہ تو راضی ہو جائے۔

قلق: صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے شوق کو حرکت دینا ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسا قلق جو اخلاق کو تنگ، مخلوق کو مبغوض اور موت کو لذیذ بنا دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسا قلق جو عقل پہ غالب آجائے، سماعت میں رخنہ ڈال دے اور طاقت کو مزید بڑھا دے۔

تیسرا درجہ: ایسا قلق جو کبھی بھی رحم نہیں کرتا، کسی بھی مدت کو قبول نہیں کرتا اور کسی ایک کو

بھی باقی نہیں چھوڑتا۔

باب العطش

قال اللہ تعالیٰ حاکیًا عن خلیلہٖ (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا) العطش: کنایۃٌ عن غلبۃ ولوعٍ بمأمولٍ، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجۃ الاولیٰ عطش المرید الیٰ شاھدٍ یرویہٖ، اوْ اشارۃٍ تشفیہٖ اوْ عطفۃٍ تؤویہ۔ الدرجۃ الثانیۃ عطف السالک الیٰ أجلٍ یطویہ، ویومٍ یریہٖ ما یغنیہ، ومنزلٍ یستریح فیہ، الدرجۃ الثالثۃ عطش المحبّ الیٰ خلوۃٍ ما دونھا سحابٌ، ولا یُغَطِّیْھَا حجابُ تفرقۃٍ ، ولا یعرج دونھا علیٰ انتظار۔

بابِ عطش

حلِ لغت: یُعرّ ج۔ایک طرف سے دوسری طرف جھکنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے بارے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۔(انعام:76)

پس جب آپ پہ رات چھا گئی ستارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے۔

عطش: ماءمول (جس چیز کی امید ہو) کے ساتھ حد درجہ محبت کے غلبہ سے کنایہ ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مرید کی ایسی دلیل کے لیے پیاس ہے جو اسے سیراب کردے یا ایسے اشارے کے لیے جو اسے شفا دے دے یا ایسی مہربانی کے لیے جو اسے پناہ دے دے۔

دوسرا درجہ: سالک کی اس مدت کے لیے پیاس ہے جسے وہ لپیٹ سکے اور ایسے دن کے لیے جو اسے وہ کچھ دیکھا دے اور جو اسے غنی کردے اور ایسی منزل کے لیے جس میں وہ راحت پالے۔

تیسرا درجہ: محب کی ایسی خلوت کے لیے پیاس ہے جس کے سامنے بادل نہیں اور نہ ہی اسے تفرقہ کا حجاب ڈھانپ سکے اور اس میں ستم کشِ انتظار بھی نہیں ہونا پڑتا۔

باب الوجد

قال اللہ تعالیٰ (وَّرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا) الوجد: لهبٌ يتأجّج من شهود عارض مقلقٍ، ووهوعلیٰ ثلاث درجاتٍ- الدرجة الاولیٰ وجدٌ عارضٌ يستفيق لهٗ شاهد السمع، أو شاهدُ البصر، أو شاهدُ الفکر، أبْقٰی علیٰ صاحبهٖ أثرًا أولم يبق- الدرجة الثانية وجدٌ تستفيق لهُ الروح بلمعِ نورِ أزلیٍ، أوْ سماع نداءِ أوّلی، أو جذبٍ حقيقی اِنْ ابْقٰی علیٰ صاحبهٖ لباسهٗ ، والّا ابقٰی عليه نورهٗ- الدرجة الثالثةوجدٌ يخطف العبد من يد الکونين، ويمحض معناه من درن الحظ، ويسلبهٗ من رقّ الماء والطين، اِنْ سلبهٗ أنْساه اسمهٗ ، واِنْ لم يسلبهٗ اعاد رسمه-

بابِ وجد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا-(کہف:14)

اورہم نے ان کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہوئے-

وجد: ایسی آگ جو مبتلائے قلق (کسک، بیتابی) کر دینی والی چیز سے بھڑکتی ہے-اس کے تین درجات ہیں-

پہلا درجہ: ایساوجد جو اپنے صاحب پہ اثر چھوڑے یا نہ چھوڑے تاہم شاہدِ ساعت (سن کر گواہی دینے والا)، شاہدِ بصر یا شاہدِ فکراس سے افاقہ پاتا ہے-

دوسرا درجہ: ایسا وجد جس میں نورِ ازلی کی چمک یا ندائے اولی کی ساعت یا جذبۂ حقیقی کے ذریعے روح کو افاقہ ملتا ہے اگر اپنے صاحب پہ اس کے لباس کو باقی رکھے اور اگر لباس نہ سہی تو اس کے نور کو باقی رکھے-

تیسرا درجہ: ایسا وجد جو بندے کو کونین کے ہاتھوں سے اچک لیتا ہے اور خواہشِ نفس سے اس کے معنی کو خالص کر دیتا ہے اور پانی اور مٹی کی غلامی سے آزاد کرا دیتا ہے-اگر اسے (بندے کو) سلب کر لے تو اسے اپنا نام تک بھلا دیتا ہے اور اگر سلب نہ کرے تو اس کا نشان لوٹا دیتا ہے-

باب الدهش

قال الله تعالیٰ (فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ) الدهش: بهتة تأخذ العبد، إذ فاجأه مايغلب عقلهٗ او صبرهٗ او علمهٗ، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ دهشة المريد عند صولة الحال علیٰ علمهٖ، والوجد علیٰ طاقتهٖ، والكشف علیٰ همّتهٖ، الدرجة الثانية دهشة السالك عند صولة الجمع علیٰ رسمهٖ، والسبق علیٰ وقتهٖ، والمشاهدة علیٰ روحهٖ۔ الدرجة الثالثة دهشة المحبّة، عند صولة الاتصال علیٰ لطف العطية، وصولة نور القرب علیٰ نور العطف، وصولة شوق العيان علیٰ شوق الخبر۔

بابِ دہشت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ۔ (یوسف:13)

پس جب عورتوں نے انہیں (حضرتِ یوسف علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام) کو دیکھا تو انہیں عظیم سمجھا۔

دہشت: اس سے مراد وہ حیرانگی ہے جو بندے پہ اس وقت طاری ہوتی ہے جب اسے اچانک کسی ایسے امر کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس کے عقل، صبر یا علم پہ غالب آجائے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی دہشت جو مرید کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب علم پہ حال کو، طاقت پہ وجد کو اور ہمت پہ کشف کو غلبہ حاصل ہو۔

دوسرا درجہ: ایسی دہشت جو سالک کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اسکے نشان پہ جمع کو، وقت پہ سبقت کو اور روح پہ مشاہدہ کو غلبہ حاصل ہو۔

تیسرا درجہ: محبت کی دہشت ہے یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب عطیہ کے لطف پہ اتصال، مہربانی کے نور پہ نورِ قرب اور خبر کے شوق پہ شوقِ معائنہ کو غلبہ حاصل ہو۔

Scanned with CamScanner

باب الهيمان

قال الله تعالیٰ (وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًاۚ) الهيمان؛ ذهابٌ عن التمالك تعجّبًا اوْ حيرةً، وهو اثبت دوامًا وأملك بالنعت من الدهش، وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ هيمانٌ فی شيم أوائل برق اللطف عند قصد الطريق مع ملاحظة العبد خسّة قدرہٖ، وسفالة منزلتہٖ، وتفاهة نسبتہٖ۔ والدرجة الثانية هيمانٌ فی تلاطم امواج التحقيق، عند ظهور براهينہٖ وتواصل عجائبه ولياح انوارہٖ، الدرجة الثالثة هيمانٌ عند الوقوع فی عين القدم، ومعاينة سلطان الأزل، والغرق فی بحر الكشف۔

بابِ ہیمان (محبت میں وارفتہ ہوجانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًاۚ۔(اعراف:143)

اور موسیٰ (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام) بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

ہیمان: ایسی حیرت یا تعجب جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ سے بھی گزر جائے اور دہشت کی نسبت یہ زیادہ رہنے والی اور زیادہ قابلِ بیان ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: آدمی جب قصدِ طریق کرتا ہے تو برقِ لطف (مہربانی کی بجلی) کے اوائل میں چمک کی سمتوں میں ایک خود رفتگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندے کو اپنے مرتبے کی خست،منزلت کے نچلے پن اور اپنی نسبت کے ہلکے پن کا احساس ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: جب انوارِ تحقیق کی چمک آ رہی ہو،اس کے عجائب پے در پے آ رہے ہوں اور اس کی براہین کا ظہور ہو رہا ہو تو امواجِ تحقیق کے طلاطم (ٹکراؤ) میں خود رفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔

تیسرا درجہ: چشمۂ قِدم میں چلے جانے،سلطانِ ازل کے دیدار اور بحر کشف (کشف کے سمندر) میں غرق ہوتے ہوئے جو وارفتگی پیدا ہو جاتی ہے کا نام ہے۔

باب البرق

قال الله تعالیٰ (اِذْ رَاٰ نَارًا) البرق؛ باکورۃٌ تلمع للعبد، فتدعوہ الی الدخول فی ھٰذا الطریق، والفرق بینہٗ وبین الوجد، اَنّ الوجد یقع بعد الدخول فیہ والبرق قبلہٗ، فالو جدزادٌ والبرق اِذن، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجۃ الاولیٰ برقٌ یلمع من جانب العدّۃ فی عین الرجاء، یستکثر فیہ العبد القلیل من العطاء، ویستقلّ فیہ الکثیر من الاعیاء، ویستحلی فیہ مرارۃ القضاء۔ الدرجۃ الثانیۃ برق یلمع من جانب الوعید فی عین الحذر، فیستقصر فیہ العبدُ الطویلَ من الأمل، ویزھد فی الخلَق علَی القرب، ویرغب فی تطھیر السرّ۔ الدرجۃ الثالثۃ برقٌ یلمعُ من جانِبِ اللطف عینَ الافتقار، فیُنشیء سحَاب السرور، ویَمْطُرُ قطر الطرب، وَیَجْرِی نھرُ الافتخار۔

بابِ برق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِذْ رَاٰ نَارًا۔ (طٰہٰ:10)

جب آگ کو دیکھا۔

برق: پہلی پہلی چمک جو بندے کے لیے ظاہر ہوتی ہے اور اسے اس طریق میں داخلے کی دعوت دیتی ہے۔ برق اور وجد کے درمیان فرق یہ ہے کہ وجد اس راستے میں داخلے کے بعد ہوتا ہے جبکہ برق اس سے پہلے ہے۔ لہٰذا وجد کی حیثیت زادِ راہ کی ہے اور برق کی حیثیت اجازت نامے کی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی برق جو عین حالتِ رجا (امید کی حالت) میں اپنی جمع پونجی سے چمکنے لگتی ہے بندہ اس میں تھوڑی سی نوازش کو بھی کثیر خیال کرتا ہے اور بھاری بوجھوں کو بھی ہلکا سمجھنے لگتا ہے اور قضا کی تلخی کو شیریں سمجھتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی برق جو عین حالتِ حذر (ڈرنا، بچنا) میں وعید کی جانب سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی طویل امید کو چھوٹا سمجھتا ہے اور خلقِ خدا کے قرب سے دوری اختیار

Scanned with CamScanner

کرتا ہے اور باطن کی طہارت میں رغبت اختیار کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی برق ہے جو عینِ افتقار (محتاج ہونا) میں مہربانی کی جانب سے چمکتی ہے تو سرور کے بادل اُمڈ آتے ہیں، بارانِ طرب (خوشی کی بارش) برسنے لگتی ہے اور نہرِ افتخار بہنے لگتی ہے۔

باب الذوق

قال الله تعالیٰ (هٰذَا ذِكْرٌ) الذوق ابقٰی من الوجد، واجلٰی من البرق، وهو علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ ذوق التصديق طعم العدّة، فلايعقله ظنّ، ولا يقطعهٗ أملٌ، ولا تعوقهٗ أمنية۔ الدرجة الثانية ذوق الارادة طعم الانس، فلا يعلق بهٖ شاغلٌ ولا يفتنهٗ عارضٌ ولا تكدرهٗ تفرقةٌ۔ الدرجة الثالثة ذوق الانقطاع طعم الاتصال، وذوق الهمّة طعم الجمع، وذوق المسامرة طعم العيان۔

بابِ ذوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هٰذَا ذِكْرٌ (ص:49) یہ نصیحت ہے۔

ذوق: وجد سے زیادہ باقی رہنے والا اور برق سے زیادہ روشن ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تصدیق کا جمع پونجی کے ذائقے کا چکھ لینا ہے اسے کوئی گمان سمجھ نہیں سکتا، کوئی مدت اسے قطع نہیں کر سکتی اور کوئی تمنا اسے بگاڑ نہیں سکتی۔

دوسرا درجہ: ارادے کا انس کے ذائقے کو چکھنا ہے۔ کوئی شاغل اس کے ساتھ اٹک نہیں جاتا، کوئی عارضہ اس میں فتنہ دری نہیں کرتا اور کوئی تفرقہ اسے مکدّر (میلا) نہیں کرتا۔

تیسرا درجہ: انقطاع کا اتصال کے ذائقے کو چکھنا ہے، ہمت کا جمع کے ذائقے کو چکھنا ہے اور سخن طرازیٔ شب کا ذائقۂ دیدار سے شادکام ہونا ہے۔

واما قسم الولايات

فهي عشرة أبواب؛ وهي اللحظ، والوقت، والصفاء، والسرور، والسر، والنفس، والغربة، والغرق، والغيبة، والتمكن۔

اقسامِ ولایات

یہ دس ابواب ہیں۔ لحظ، وقت، صفا، سرور، سر، نفس، غربت، غرق، غیبت، تمکّن

باب اللحظ

قال الله تعالیٰ (اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ؕ) اللحظ لمحٌ مسترقٌ وهو فی هٰذا الباب علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ ملاحظة الفضل سبقًا، وهی تقطع طریق السؤال الّا ما استحقته الربوبیّة من اظهار التذلّل لها، وتنبت السرور الّاما یشوبهٗ من حذر المکر، وتبعث علَی الشکر الّا ما قام به الحق تعالیٰ من حَقّ الصفة۔ الدرجة الثانیة ملاحظة العبد نور الکشف، وهی تسبل لباس التولی، وتذیق طعم التجلی، وتعصم عن عوار التسلی۔ والدرجة الثالثة ملاحظة عین الجمع، وهی توقظ لاستهانة المجاهدات، وتخلص من رعونة المعارضات، وتفید مطالعة البدایات۔

بابِ لحظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ؕ

(اعراف:143)

آپ پہاڑ کی طرف دیکھئے اگر اپنی جگہ قرار پزیر رہا تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔

لحظ: یہ کن اکھیوں سے چوری چوری دیکھنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ہر چیز سے پہلے فضل کا ملاحظہ کرنا ہے۔ اور یہ (لحظ) ربوبیت جس کی حقدار

ہے اور جس کے ذریعے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو کے علاوہ ہر قسم کے سوال کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ اور یہ سرور کو پیدا کرتا ہے سوائے اس (سرور) کے جس میں مکر سے بچنے کے لیے ملاوٹ کردے اور اس شکر پہ ابھارتا ہے جو اس کے سوا ہے اور حق تعالیٰ کا حقِ صفت ہے۔

دوسرا درجہ: بندے کا نورِ کشف کا ملاحظہ کرنا ہے۔ یہ ذمہ داری کا دراز لباس پہنا دیتا ہے، تجلی کا ذائقہ چکھا دیتا ہے اور لباسِ تسلی کو پھٹنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

تیسرا درجہ: عینِ جمع کا ملاحظہ کرنا ہے۔ یہ مجاہدات کی استہانت (بے وقعت ہونا) کے لیے بیداری پیدا کرتا ہے، معارضات کی رعونت سے چھٹکارا دیتا ہے اور ابتدائی امور کے مطالعہ کا فائدہ دیتا ہے۔

باب الوقت

قال الله تعالیٰ (ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی) الوقت؛ اسمٌ لظرف الکون، وھو اسمٌ فی هٰذا الباب لثلاث معان، وھو علی ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ حینُ وجهٍ صادق لإيناسِ ضياء فضلٍ، جذبهٗ صفاءُ رجاءٍ، الدرجة الثانية اسمٌ لطريق سالكٍ يسير بين تمكّن وتلوّن، لكنّهٗ الى التمكّن ما هو يسلك الحال، ويلتفت الى العلم فالعلم يشغلهٗ في حين، والحال تحصلهٗ فی حین، فبلاؤهٗ بینها یذیقهٗ شهودًا طورًا وَ یکسوہ غیرةً طورًا و یُریه غیرة التَفرق طورًا۔ الدرجة الثالثة قالوا الوقت الحق، ارادوا به استغراق رسم الوقت فی وجود الحق، هٰذا المعنی یسبق علی هٰذا الاسم عندی، لكنّهٗ هو اسمٌ فی هٰذا المعنى الثالث لحينٍ تتلاشی فیه الرسوم کشفًا لا وجودًا مَحْضًا، وهو فوق البرق والوجد، وهو یشارف مقام الجمع لو دَامَ وبقی، ولا يبلغ وادی الوجود لكنّهٗ يكفى مؤنة المعاملة، ويصفى عين المسامرة، ويشم رائحة الوجود۔

بابِ وقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی۔ (طٰہٰ:40)

پھر آپ ایک مقررہ وعدے پہ حاضر ہوئے اے موسیٰ۔

وقت: کسی امر کے ہونے کے لیے ظرف کا نام ہے۔ اس باب میں یہ تین معانی کا نام ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وہ گھڑی ہے جو فضل وعنایت کی ضیا سے انس پانے کی وجہ سے چہرے کو نصیب ہوتی ہے اور اسے امید کی صفائی کھینچ لاتی ہے۔

دوسرا درجہ: یہ تمکن (قرار پزیر ہونا) اور تلون (رنگ بدلنا) کے درمیان سالک کے راستے کا نام ہے۔ لیکن سالک کے تمکن کی طرف جانے سے مراد ہے کہ وہ حال میں سلوک کر رہا ہے اور علم کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ پس علم اسے کبھی کبھی مشغول کر دیتا ہے اور حال اسے کبھی اٹھا لیتا ہے تو ان دونوں (علم وحال) کے مابین کی آزمائش اسے کبھی شہود کا مزہ دیتی ہے، کبھی غیرت کا لباس پہنا دیتی ہے اور کبھی اسے غیرتِ تفرق دیکھا دیتی ہے۔

تیسرا درجہ: سالکین کا کہنا ہے کہ وقت حق ہے۔ اس سے ان کی مراد ہے کہ وجودِ حق میں رسمِ وقت مستغرق ہو جائے۔ اور میرے نزدیک یہ معنی اس اسم پہ سبقت لے گیا ہے لیکن اس تیسرے معنی میں یہ اس گھڑی کا نام ہے جس میں رسوم وجودِ محض کے لحاظ سے نہیں بلکہ کشف کے لحاظ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اور یہ برق و وجد سے فوقیت رکھتا ہے اور اگر دائم و باقی رہے تو مقامِ جمع میں جھانکنے لگتا ہے اور وادئ وجود میں نہیں پہنچ پاتا لیکن معاملے کے بوجھ کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور چشمۂ مسامرت (رات کو گفتگو کرنا) کو اجلا کرتا ہے اور وجود کی خوشبو سونگھا دیتا ہے۔

باب الصفاء

قال الله تعالىٰ (وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ) الصفاء: اسمٌ للبراءة من الكدر، وهو في هٰذا الباب سقوط التلوين، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولى صفاء علمٍ، يهذّب سلوك الطريق، ويبصرة غاية الجد، ويصحح همّة القاصد۔ الدرجة الثانية صفاء حالٍ، يشاهد به شواهد التحقيق، ويذاق به حلاوة المناجاة وينسٰى

Scanned with CamScanner

بِهِ الكون۔ والدرجة الثالثة صفاء اتصالٍ، يدرج حظ العبودية في حق الربوبية، ويغرق بها نهايات الخبر في بدايات العيان، ويطوىٰ خسة التكاليف في عين الأزل۔

بابِ صفاء

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ۔ (ص:47)

اور بیشک وہ ہمارے ہاں برگزیدگان میں سے ہے۔

صفا: کدورت سے نجات پانا ہے۔ اوراس باب میں اس سے مرادتکوین کا ساقط ہوجانا ہے اوراس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: صفائے علم ہے۔ یہ راستے پہ چلنے کو مہذب کرتا ہے اور کاوش کی انتہا دیکھاتا ہے اور قاصد کی ہمت کو درست کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: صفائے حال ہے۔ اس کے ذریعے شواہدِ تحقیق کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور مناجات کی مٹھاس کا ذائقہ چکھا جاتا ہے اور کائنات کو بھلا دیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: صفائے اتصال ہے۔ حظِ ربوبیت کو حقِ ربوبیت میں درج کیا جاتا ہے اور خبر کی انتہائیں معائنہ کی ابتداؤں میں ڈوبنے لگتی ہیں۔ اور تکالیف کی خست کو عینِ ازل میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔

باب السرور

قال الله تعالى (قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ)

السرور اسمٌ لاستبشارٍ جامعٍ، هو اصفى من الفرح لان الافراح ربما شابتها الاحزان، ولذالك نزل القرآن باسمه في افراح الدنيا في مواضع، وورد اسم السرور في موضعين في القرآن في حال الآخرة، وهو في هٰذا الباب على ثلاث درجات، الدرجة الاولى سرور ذوقٍ، وذهب بثلاثة احزانٍ، حزنٌ ورثهٗ خوف الانقطاع وحزنٌ هاجته ظلمة الجهل، وحزنٌ بعثهٗ وحشة التفرق۔ الدرجة الثانية سرور شهودٍ، وكشف حجاب العلم، وفكّ رق التكليف، ونفى صغار الاختيار۔ الدرجة

Scanned with CamScanner

الثالثة سرور سماع الاجابة، وهو سرور يمحو آثار الوحشة، ويقرع باب المشاهدة ويضحك الروح۔

بابِ سرور (خوشی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

(یونس:58)

فرما دیجیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پہ وہ خوش ہو جائیں یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

سرور: ایک جامع بشارت کا نام ہے اور یہ فرح سے زیادہ صاف ہے کیونکہ فرحتوں میں کئی بار غموں کی آمیزش ہو جاتی ہے اسی وجہ سے قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر دنیاوی خوشیوں کو فرحت کا نام دیا گیا ہے اور حالِ آخرت بیان کرتے ہوئے دو مقامات پہ سرور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب میں سرور کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سرورِ ذوق ہے یہ تین غموں کو دور کرتا ہے ا۔ وہ غم جو خوفِ انقطاع سے پیدا ہوتا ہے ۲۔ وہ غم جسے جہالت کی تاریکی نے عیب دار بنا دیا ہو۔ ۳۔ وہ غم جسے تفرق کی وحشت نے ابھارا ہو۔

دوسرا درجہ: سرورِ شہود ہے یہ حجابِ علم کو اٹھانا، تکلیف کی غلامی سے نجات پانا اور آزمائش میں چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو دور کرنا ہے۔

تیسرا درجہ: سماعِ اجابت (اپنی مقبولیت کی خبر سننا) کا سرور ہے یہ ایسا سرور ہے جو وحشت کے آثار کو مٹا دیتا ہے، بابِ مشاہدہ پہ دستک دیتا ہے اور روح کو خوش کرتا ہے۔

باب السر

قال اللہ تعالیٰ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ) اصحاب السر: هم الاخفياء الّذين ورد فيهم الخبر، وهم على ثلاث طبقاتٍ، الطبقة الاولى طائفةٌ علت هِمَمُهم وصفت

Scanned with CamScanner

قصودهم وصحّ سلوکهم، ولم یوقف لهم علی رسم، ولم ینسبوا الی اسم، ولم تشر الیهم الاصابع، أولئك ذخائر الله حیث کانوا۔ الطبقة الثانیة طائفةٌ اشاروا عن منزلٍ وهم فی غیرہٖ، ورّوا بامرٍ وهم لغیرہ، ونادوا علی شأنٍ وهم علی غیرہٖ، فهم بین غیرةٍ علیهم تسترهم وادب فیهم یصونهم، وظرف یهذّبهم، الطبقة الثالثة طائفةٌ اسرّهم الحق عنهم، فلاح لهم لائحًا اذهلهم عن ادراكِ ما هم فیه، فاستسروا عنهم مع شواهد تشهد لهم بصحة مقامهم، عن قصدٍ صادق یهیجه غیبٌ، وحبّ صادق یخفی علیه مبدأ علمہٖ، ووجد عذبٍ لاینکشف له موقدہٗ، وهٰذا من ارقٰی مقامات اهل الولایات۔

بابِ سِرّ (راز)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔(ہود:31)

اور اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔

اصحابِ سر: یہ وہ مخفی لوگ ہیں جن کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے اور ان کے تین طبقات ہیں۔

پہلا طبقہ: یہ وہ گروہ ہے جن کی ہمتیں عالی، ارادے صاف اور ان کا سلوک صحیح ہے۔ ان کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی کوئی نام اور نہ ہی انگلیاں ان کی طرف کوئی اشارہ کرتی ہیں۔ یہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ کے ذخائر ہیں۔

دوسرا طبقہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اشارہ تو کسی منزل کا کرتے ہیں لیکن ہوتے کسی اور میں ہیں، بتاتے کچھ ہیں لیکن ہوتے کسی اور معاملے میں ہیں اور ندا کچھ لگاتے ہیں لیکن ہوتے اس کے علاوہ میں ہیں۔ یہ ایسے غبار میں ہوتے ہیں جو انہیں چھپا رہا ہوتا ہے، ایسے ادب میں ہوتے ہیں جو ان کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے اور ایسے ظرف میں ہوتے ہیں جو انہیں مہذب بنا رہا ہوتا ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ایسا گروہ ہے کہ حق نے انہیں خود ان سے بھی چھپا رکھا ہے ان کے لیے

Scanned with CamScanner

ایک ایسی چمک ظاہر ہوتی ہے جو انہیں اس ادراک سے بھی ناتواں کر دیتی ہے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اور جس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وارفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور جس مقام میں وہ ہوں اس کی پہچان ان کے حال کے بارے میں انہیں باخبر کرنے سے کنجوسی کرتی ہے۔

یہ لوگ خود اپنے آپ سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور شواہد ان کے حق میں گواہ ہوتے ہیں کہ وہ جس قصدِ صادق پہ کھڑے ہیں غیب اسے جوش دلا رہا ہے، اس حبِ صادق پہ ہیں جس پہ اس کے علم کی ابتدا مخفی ہے اور اس خوشگوار وجد میں ہیں جس کو روشن کرنے والا دیکھائی نہیں دیتا۔ اور یہ اہلِ ولایت کے مقامات میں سے باریک تر ہے۔

باب النفس

قال الله تعالیٰ (فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ) سمّی النفس نفسًا لترویح المتنفس بہ، وھو علی ثلاث درجاتٍ، وھی تشابہ درجات ا لوقت، والانفاس ثلاثۃٌ۔ النفس الاوّل نفسٌ فی حین استتارٍ، مملوّ بالکظم، معلق بالعلم، اِنْ تنفّس تنفس بالأسف، اَوْ نطق نطق بالحزن، وعندی انّہٗ یتولّد من وحشۃ الاستتار، وھی الظلمۃ الّتی قالوا انّھا مقامٌ۔ والنفس الثانی نفس فی حیں التجلی، وھو نفس شاخصٌ عن مقام السرور اِلی روح المعاینۃ، مملوّمن نور الوجود، شاخص اِلی مقام السر، وذٰلك روح منقطع الاشارۃ ۔ النفس الثالث نفسٌ مطھّرٌ بماء القدس، قائمٌ باشاراتِ الازل، وھوا لنفس الّذی یسمّی صدق النور، فالنفس الاوّل للمرید سراجٌ، والنفس الثانی للقاصد معراجٌ، والنفس الثالث للمحقّقِ تاجٌ۔

بابِ نفس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ (اعراف:143)

پھر جب آپ (موسیٰؑ) کو ہوش آیا تو عرض کی تو پاک ہے۔

نفس: اسے نفس اس لیے کہتے ہیں کہ متنفس کو اس کے ذریعے راحت ملتی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں اور یہ درجاتِ وقت کے مشابہ ہیں۔ اور انفاس تین ہیں۔

نفسِ اوّل: یہ وہ ہے جو استتار (زیرِ حجاب ہونے) کے وقت لی جاتی ہے۔ یہ ضبطِ تحمل سے لبریز اور علم سے معلق ہوتی ہے۔ اگر صاحبِ نفس سانس لیتا ہے تو افسردہ سا اور اگر بولتا ہے تو غمزدہ سا اور میرے نزدیک یہ وحشتِ استتار (زیرِ حجاب ہونے کی وحشت) سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک تاریکی ہے جسے ان لوگوں نے مقام کا نام دیا ہے۔

دوسرا سانس: یہ تجلی کی گھڑی میں لیا جاتا ہے اور یہ وہ سانس ہے جو مقامِ سرور سے روح معائنہ کی طرف بلند ہوتا ہے، نورِ وجود سے لبریز اور مقامِ راز کی طرف اٹھتا ہے اور یہ ایسی روح ہے جو اشارہ سے منقطع ہے۔

تیسرا سانس: یہ وہ سانس ہے جو آبِ قدس کے ذریعے پاکیزہ کیا جاتا ہے، اشاراتِ ازل سے قائم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ سانس ہے جسے صدقِ نور کہتے ہیں لہٰذا نفس اول مرید کے لیے چراغ، دوسرا سانس قاصد کے لیے معراج اور تیسرا محقق کے لیے تاج ہے۔

باب الغربة

قال الله تعالیٰ (فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ) الغربة: اسمٌ يشار به الى الانفراد عن الأكفاء، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولى الغربة عن الأوطان، وهٰذا الغريب موتهٗ شهادةٌ، ويقاس لهٗ في قبرهٖ من مدفنهٖ الى وطنهٖ، ويجمع يوم القيامة الٰى عيسٰى بن مريم عليه الصلوٰة والسلام۔ الدرجة الثانية غربة الحال وهٰذا من الغرباء الّذين طوبٰى لهم، وهٰذا رجلٌ صالحٌ في زمانٍ فاسدٍ بين قومٍ فاسدين، أوْ عالمٌ بين قومٍ جاهلين، أوْ صديقٌ بين قوم منافقين۔ الدرجة الثالثة غربة الهمّة وهي غربة طلب الحق تعالٰى، وهي غربة العارف، لِانّ العارفَ في شاهدهٖ

Scanned with CamScanner

غریب، ومصحوبهٔ من شاهدہٖ غریبٌ، وموجودہٗ فیما یحملهٗ علمٌ، أوْ یظهرهٗ وجدٌ أوْ یقوم بهٖ رسمٌ أوْ یطیقهٗ اشارة أوْ یشملهٗ اسمٌ غریبٌ، فغربة العارف غربةُ الغربة، لِانّهٗ غریب الدنیا وغریب الآخرة۔

بابِ غربت (اجنبی ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۔(ہود:117)

غربت: یہ ایک اسم ہے جس کے ذریعے اپنے ہم جولیوں سے الگ ہوجانے کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے۔اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: اپنے اوطان سے پردیس چلے جانا ہے۔اس پردیسی کی موت شہادت ہوتی ہے، اس کی قبر میں اس کے مدفن سے وطن تک پیمائش کی جاتی ہے اور روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سرفراز کیا جائے گا۔

دوسرا درجہ: غربتِ حال ہے اور یہ وہ غریب ہے جو سعادتمند ہے۔اور یہ وہ نیک شخص ہے جو دورِ فاسد میں فاسدین میں گزر بسر کر رہا ہو یا ایسا عالم ہے جو جاہلین کے درمیان ہو یا وہ سچا کھرا انسان ہے جو منافقین میں رہ رہا ہو۔

تیسرا درجہ: غربتِ ہمت ہے یہ وہ غربت ہے جو حق تعالیٰ کی طلب میں ہو اور یہ عارف کی غربت ہے کیونکہ عارف اپنے گردوپیش میں انوکھا ہوتا ہے۔اس کا ہمنوا اسے اجنبی دیکھا کرتا ہے اور اس کے ہاں جو کچھ ہے اس میں اس کا سرمایہ علم ہے، وہ چیز ہے جسے وجد ظاہر کرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی نشان قائم ہوتا ہے، اس پہ کوئی اشارہ موزوں ہوجاتا ہے یا اسے کوئی انوکھا نام شامل ہوتا ہے لہٰذا عارف کی غربت ہی اصل غربت ہے کیونکہ وہ دنیا و آخرت میں غریب ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

باب الغرق

قال اللہ تعالیٰ (فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ) هٰذا اسمٌ یشار به فی هٰذا الباب الیٰ مَنۡ توسّط المقام وجاوز حد التفرّق، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ استغراق العلم فی عین الحال، وهٰذا رجلٌ قد ظفر بالاستقامة، وتحقّق فی الاشارة، فاستحقّ صحّة النسبة، الدرجة الثانية استغراق الاشارة فی الکشف، وهٰذا رجلٌ ینطق عن موجوده ویسیر مع شهوده، ولا یحسّ رعونة نفسه، الدرجة الثالثة استغراق الشواهد فی الجمع، وهٰذا رجلٌ شملته أنوار الازلية، فتخلص من الهمم الدنيّةِ۔

بابِ غرق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۔ (صٰفّٰت: 103)

پس جب دونوں (ابراہیم واسماعیل علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والسلام) سرِ تسلیم خم ہو گئے اور انہوں نے حضرتِ اسماعیل کو پیشانی کے بل لیٹا دیا۔

غرق: اس باب میں اس کے ذریعے ایسے شخص کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو مقام کے وسط میں جا کھڑا ہوا اور حدّ تفرق سے آگے گزر گیا ہو۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علم کا چشمۂ حال میں غرق ہو جانا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو استقامت میں کامران ہو گیا ہے، اشارہ میں متحقق ہو گیا ہے اور صحتِ نسبت کا حقدار بن گیا ہے۔

دوسرا درجہ: اشارہ کا کشف میں ڈوب جانا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے موجود کے بارے میں بات کرتا ہے، اپنے شہود کے ساتھ چلتا ہے اور اپنی ذات کی رعونت محسوس نہیں کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: شواہد کا جمع میں مستغرق ہونا ہے اور اس صاحبِ درجہ کو انوارِ اوّلیت نے گھیر لیا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں مطالعۂ ازلیت میں وا ہوتی ہیں اور اس نے نچلے درجے کی

ہمتوں سے نجات پالی ہوتی ہے۔

باب الغيبة

قال الله تعالیٰ (وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَآسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ) الغيبة الّتی يشار اليها فی هٰذا الباب، علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ غيبة المريد فی تخلّص القصد عن أيدی العلائق، ودرك العوائق، لالتماس الحقائق۔ الدرجة الثانية غيبة السالك عن رسوم العلم، وعلل السعی، ورخص الفتور۔ الدرجة الثالثة غيبة العارف عن عيون الأحوال والشواهد، والدرجات فی عين الجمع۔

بابِ غَیبت (کھو جانا، غیب ہو جانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَآسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ۔ (یوسف:84)
اور آپ (حضرت یعقوبؑ) نے ان (بیٹوں) سے منہ موڑ لیا اور فرمایا ارے افسوس ہے یوسف علیہ السلام پر۔

غیبت: اس باب میں جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مرید کا حقائق کی تلاش کے لیے الجھاؤ کا باعث بننے والی چیزوں کا جاننے اور علائق کے ہاتھوں سے نجات پانے کے قصد کو خالص کرنے میں کھو جانا ہے۔

دوسرا درجہ: سالک کا رسومِ علم، کاوش کی علتوں، اور کوتاہی کی رخصتوں سے گم ہو جانا ہے۔

تیسرا درجہ: عارف کا احوال، شواہد اور درجات کا عینِ جمع میں دیکھنے سے غیب ہو جانا ہے۔

باب التمكّن

قال الله تعالیٰ (وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ) التمكّن: فوق الطمانينة، وهو اشارةٌ الیٰ غاية الاستقرار، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ تمكّن المريد، وهو أنْ يجتمع لهٗ صحة قصدٍ تسترهٗ، ولمع شهودٍ يحملهٗ، وسعة طريقٍ تروّحهٗ۔

الدرجة الثانية تمكّن السالك، وهو أنْ يجتمع لهٗ صحة انقطاعٍ و برقُ كشفٍ، وصفاء حالٍ، الدرجة الثالثة تمكّن العارف، وهو أنْ يحصلَ فی الحضرة، فوق حجب الطلب لابسًا نور الوجود۔

بابِ تمکّن (قرار پزیر ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّلَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ۔ (روم:60)

جو لوگ یقین نہیں رکھتے (ان کی گمراہی کا غم اور ہدایت کی فکر) آپ کو کمزور ہی نہ کر دیں (اے جانِ جہاں! ان کے کفر کو غم جان نہ بنالیں)۔

تمکن: یہ طمانینت سے فوقیت رکھتا ہے اور یہ قرار پزیر ہونے کی انتہا کی طرف اشارہ ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تمکنِ مرید ہے۔ اس سے مراد ہے کہ مرید کے لیے صحتِ قصد جو اسے ڈھانپ لے، شہود کی چمک جو اسے اٹھالے اور روش کی کشادگی جو اسے راحت پہنچائے یہ سب خوبیاں اکٹھی ہو جائیں۔

دوسرا درجہ: تمکنِ سالک ہے۔ اس سے مراد ہے کہ سالک کے لیے صحتِ انقطاع، کشف کی بجلی اور صفائے حال سب جمع ہو جائیں۔

تیسرا درجہ: تمکنِ عارف ہے۔ اس سے مراد ہے کہ عارف طلب کے پردوں سے پرے نورِ وجود میں ملبوس ہو کر حاضرِ بارگاہ ہو جائے۔

واما قسم الحقائق

فهو عشرة أبواب؛ وهي المكاشفة، والمشاهدة، والمعاينة، والحياة، والقبض، والبسط، والسكر، والصحو، والاتصال، والانفصال۔

اقسامِ حقائق

یہ دس ابواب ہیں ۱۔ مکاشفہ ۲۔ مشاہدہ ۳۔ معاینہ ۴۔ حیات ۵۔ قبض ۶۔ بسط ۷۔ سکر ۸ صحو ۹۔ اتصال ۱۰۔ انفصال

باب المكاشفة

قال الله تعالىٰ (فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى) المكاشفة: مهاداة السرين متباطنين، وهي في هٰذا الباب بلوغ ما وراء الحجاب وجودًا، وهي على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ مكاشفة تدل على التحقيق الصحيح، وهي ان تكون مستديمة، فاذا كانت حينًا بعد حين لم يعارضها تفرّق، غيراَنّ العين ربما شاب مقامهٗ، على اَنّهٗ قد بلغ مبلغًا لا يقطعهٗ قاطع، ولا يلويه سبب، ولا يلفتهٗ حظ، وهي درجة القاصد، فاذا استدامت فهي الدرجة الثانية۔ واما الدرجة الثالثة فمكاشفة عينٍ لا مكاشفة علمٍ ولا مكاشفة حالٍ، وهي مكاشفةٌ لا تذر سمة تشير الَى التذاذٍ او تلجىء الىٰ توقفٍ او توقف على رسمٍ، وغاية هٰذه المكاشفة المشاهدة۔

بابِ مکاشفہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ (نجم:10)
پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مکاشفہ: دو باطن والوں کا ایک دوسرے کو راز تحفہ دینا ہے اور اس باب میں اس سے مراد پردوں کے پیچھے جو کچھ ہے اس تک پہنچ کر اسے پالینا ہے۔

واما قسم الحقائق

فهو عشرة أبواب؛ وهی المکاشفة، والمشاهدة، والمعاینة، والحیاة، والقبض، والبسط، والسکر، والصحو، والاتصال، والانفصال-

اقسامِ حقائق

یہ دس ابواب ہیں ۱۔ مکاشفہ ۲۔ مشاہدہ ۳۔معاینہ ۴۔حیات ۵۔قبض ۶۔بسط ۷۔سکر ۸صحو ۹۔اتصال ۱۰۔انفصال

باب المکاشفة

قال الله تعالیٰ (فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی) المکاشفة: مهاداة السرین متباطنین، وهی فی هٰذا الباب بلوغ ما وراء الحجاب وجودًا، وهی علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ مکاشفة تدل علَی التحقیق الصحیح، وهی ان تکون مستدیمة، فاذا کانت حینًا بعد حین لم یعارضها تفرّق، غیر انّ العین ربّما شاب مقامهٗ، علی انّهٗ قد بلغ مبلغًا لایقطعهٗ قاطع، ولا یلویه سبب، ولا یلفتهٗ حظ، وهی درجة القاصد، فاذا استدامت فهی الدرجة الثانیة۔ واما الدرجة الثالثة فمکاشفة عینٍ لا مکاشفة علمٍ ولا مکاشفة حالٍ، وهی مکاشفةٌ لاتذر سمة تشیر الَی التذاذٍ او تلجیء الیٰ توقفٍ او توقف علیٰ رسمٍ، وغایة هٰذہ المکاشفة المشاهدة۔

بابِ مکاشفہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ (نجم:10)

پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مکاشفہ: دو باطن والوں کا ایک دوسرے کو راز تحفہ دینا ہے اور اس باب میں اس سے مراد پردوں کے پیچھے جو کچھ ہے اس تک پہنچ کر اسے پالینا ہے۔

اوراس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وہ مکاشفہ ہے جو تحقیقِ صحیح کی راہنمائی کرے اور یہ دائمی ہوتا ہے اور جب کبھی کبھی ہو تو اس میں تفرق کا معارضہ نہیں ہوتا البتہ بسا اوقات آنکھ اس کے مقام میں آمیزش کردیتی ہے۔ کیونکہ وہ اس مقام پہ پہنچ گیا ہے جسے کوئی ختم کرنے والی چیز ختم نہیں کرتی، اسے کوئی سبب پھیر نہیں سکتا اور کوئی حظ (کسی چیز سے لطف اٹھانا) متوجہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ قاصد کا درجہ ہے اور جب یہی دوام اپنا لے تو ''دوسرا'' درجہ بن جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: یہ بذریعہ آنکھ کشف کرنا ہے نہ کہ بذریعہ علم اور نہ ہی بذریعہ حال اور یہ وہ مکاشفہ ہے جو کوئی ایسی شان نہیں چھوڑتا جو لذت حاصل کرنے کی طرف اشارہ کرے، کسی مقام پہ ٹھہر جانے کی پناہ لے یا کسی نشان پر روک دے۔

اوراس مکاشفہ کی انتہا مشاہدہ ہے۔

باب المشاهدة

قال الله تعالىٰ (اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ)

المشاهدة: سقوط الحجاب بتا، وهى فوق المكاشفة، لانّ المكاشفة ولاية النعت، وفيها شيءٌ من بقايا الرسم، والمشاهدة ولاية العين أوالذات، وهى على ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولىٰ: مشاهدة معرفة: تجرى فوق حدود العلم فى لوائح النور، منيحة بفناء الجمع۔ الدرجة الثانية مشاهدة معاينة، تقطع حبال الشواهد، وتلبس نعوت القدس، وتخرس السنة الاشارات۔ الدرجة الثالثة مشاهدة جمعٍ، تجذب الى عين الجمع، مالكةٌ لصحة الوارد، راكبة بحر الوجود۔

بابِ مشاہدہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (ق:37)

بیشک اس میں نصیحت ہے اس کیلئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

مشاہدہ: اس سے مراد ہے حجاب کو خوب طرح ساقط کر دینا اور یہ مکاشفہ سے فوقیت رکھتا ہے کیونکہ مکاشفہ میں ولایتِ نعت نصیب ہوتی ہے اور اس میں کچھ نشان باقی رہ جاتے ہیں اور مشاہدہ میں ولایتِ عین یا ذات نصیب ہوتی ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مشاہدہ ء معرفت ہے یہ نورِ وجود کی لوائح میں حدودِ علم سے بالا ہوتا ہے اور جمع کے میدان میں جا بٹھاتا ہے۔

دوسرا درجہ: مشاہدۂ معاینہ ہے یہ شواہد کی ڈوریاں کاٹ دیتا ہے اور قدس کی صفات کا لباس پہنا دیتا ہے اور اشارات کی زبان کو گنگ کر دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: مشاہدۂ جمع ہے۔ یہ عینِ جمع کی طرف کھینچتا ہے, وارد ہونے والی (باطنی کیفیت) کی صحت کا مالک ہوتا ہے اور بحرِ وجود کا سوار ہوتا ہے

باب المعاينة

قال الله تعالىٰ (اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج) المعاينة ثلاث، احداها؛ معاينة الابصار۔ والثانية معاينة عين القلب، وهي معرفة الشيء على نعته علمًا يقطع الريبة، ولا يشوبه حيرةٌ، وهذا معاينةٌ بشواهد العلم۔ والثالثة معاينة عين الروح، وهي التي تعاين الحق عيانًا محضًا، والارواح انما طهرت وأكرمت بالبقاء لتعاين سنا الحضرة، وتشاهد بها العزة، وتجذب القلوب الى فناء الحضرة۔

بابِ معائنہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج۔ (فرقان:45)

کیا آپ نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کہ اس نے کیسے سائے کو پھیلا دیا۔

معائنہ: اس کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم: معائنہ ابصار ہے۔

دوسری قسم: عینِ قلب کا معائنہ ہے۔ یہ کسی چیز کی صفت کو علم کے لحاظ سے یوں پہچان

Scanned with CamScanner

لینا ہے کہ وہ شک وشبہ کو ختم کر دے اور اس میں کسی قسم کی حیرت کی آمیزش نہ ہو اور یہ شواہدِ علم کا معائنہ ہے۔

تیسری قسم: عینِ روح کا معائنہ ہے۔ یہ حق کو بغیر کسی کھوٹ کے واضح دیکھ لینا ہے اور روحیں اسی لیے پاکیزہ بنیں اور بقا سے معزز ہوئیں تاکہ بارگاہ کی چمک دیکھ سکیں، عزت کی رونق کا مشاہدہ کر سکیں اور دلوں کو بارگاہ کے میدان تک لے جائیں۔

باب الحیاۃ

قال اللہ تعالیٰ (اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ) اسم الحیاۃ فی ھٰذا الباب، یشار بہٖ الیٰ ثلاثۃ اشیاء۔ الحیاۃ الاولیٰ حیاۃ العلم من موت الجھل، ولھا ثلاثۃ أنفاسٍ؛ نفس الخوف، ونفس الرجاء، ونفس المحبّۃ۔ والحیاۃ الثانیۃ حیاۃ الجمع من موت التفرقۃ، ولھا ثلاثۃ أنفاسٍ؛ نفس الاضطرار، ونفس الافتقار، ونفس الافتخار۔ والحیاۃ الثالثۃ حیاۃ الوجود، وھی حیاۃٌ بالحق، ولھا ثلاثۃ أنفاس، نفس الھیبۃ وھو یمیت الاعتلال، ونفس الوجود وھو یمنع الانفصال، ونفس الانفراد وھو یورث الاتصال، ولیس وراء ذالك ملحظ للنظارۃ ولا طاقۃ للاشارۃ۔

بابِ حیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔ (انعام:122)

کیا وہ جو مردہ تھا پس ہم نے اسے زندہ کر دیا۔

اس باب میں حیات سے تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پہلی حیات: موتِ جہالت سے علم کی حیات ہے۔ اس کے تین انفاس ہیں۔ ۱۔ نفسِ خوف ۲۔ نفسِ رجاء ۳۔ نفسِ محبت

دوسری حیات: موتِ تفرقہ سے جمع کی حیات ہے۔ اس کے بھی تین انفاس ہیں ۱۔ بے قراری ۲۔ محتاجی ۳۔ نازمندی

تیسری حیات: حیاتِ وجود ہے یہ حیات بالحق کا نام ہے۔اس کے تین انفاس ہیں ا۔ نفسِ ہیبت؛ یہ علتوں کو موت دے دیتا ہے ۲۔نفسِ وجود: یہ انفصال (جدائی) کو ختم کر دیتا ہے ۳۔نفسِ انفراد: یہ اتصال سے نوازتا ہے۔اس کے بعد کوئی جائے نظارا ہے اور نہ ہی طاقتِ اشارہ۔

باب القبض

قال اللہ تعالیٰ (ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا) القبض فی ھٰذا الباب اسمٌ یشار بہٖ الی مقام الضنائن، الذین ادّخرھم الحق عزّوجلّ اصطناعًا لنفسہٖ، وھم ثلاث فرقٍ، فرقةٌ؛ قبضھم الحق الیہ قبض التوفّی، فأخفاھم عن أعین العالمین، وفرقةٌ؛ قبضھم بسترھم فی لباس التلبیس وأسبل علیھم کلة الرسوم، فأخفاھم عن عیون العالمین، وفرقةٌ؛ قبضھم منھم الیہ، فصافاھم مصافاة سترٍ، فضنّ بھم علیھم۔

بابِ قبض

حلِّ لغت: ضنائن مخلوقِ خدا سے خاص لوگ۔اصطناعاً کسی چیز کی تیاری کرنے یا بنانے کا حکم دینا۔تلبیس خلط ملط کرنا،عیب چھپانا۔کلة باریک پردہ مصافاة خالص محبت کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا۔(فرقان:46)

پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف کھینچا۔

قبض: اس باب میں قبض ایسا اسم ہے جس کے ذریعے خاصانِ خلقِ خدا کے ایک مقام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق عزَّ وجل نے اپنی ذات کے لیے تیار کیا ہے ان کے تین گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے پورا پورا اپنے لیے بنا رکھا ہے اور انہیں عالمیں کی نگاہوں سے چھپا رکھا ہے۔

دوسرا گروہ: یہ ایسا گروہ ہے جنہیں لباسِ تلبیس (چھپا دینے کے لباس) میں ڈھانپ کر قبضے میں لے لیا ہے اور ان پر رسوم کا باریک پردہ پڑا ہوا ہے اور انہیں عالمین کی نگاہوں

سے مخفی کر رکھا ہے۔

تیسرا گروہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی ذاتوں سے بیگانہ کر کے اپنا بنا رکھا ہے اور خالص محبت کے پردے میں ڈھانپ کر ان سے خالص محبت فرمائی ہے اور انہیں اپنی ذاتوں پہ بخیل بنا دیا ہے۔

باب البسط

قال الله تعالىٰ (يَذۡرَؤُكُمۡ فِيهِ) البسط: ان يرسل شواهد العبد في مدارج العلم، ويسبل على باطنه رداء الاختصاص، وهم اهل التلبيس، وانّما بسطوا في ميدان البسط لأحد ثلاثة معان، لكل معنى طائفة، فطائفة بسطت رحمةً للخلق يباسطونهم ويؤانسونهم فيستضيئون بنورهم، والحقائق مجموعةٌ والسرائر مصونةٌ وطائفةٌ بسطت لقوّة معانيهم وتصميم مناظرهم، لانّهم طائفةٌ لا تخالج الشواهد مشهودهم ولا تفرّق رياح الرسوم موجودهم، فهم منبسطون في قبضة القبض، وطائفة بسطت أعلامًا على الطريق دائمةً للهدىٰ، ومصابيح للسالكين،

بابِ بسط

حل لغت: تصمیم بہرا کرنا، کسی آدمی کا اپنے ارادے پر چلنا اور منع کرنے والے کی بات پہ دھیان نہ دینا تخالج کسی امر کا دل کو فکر و سوچ میں الجھا دینا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَذۡرَؤُكُمۡ فِيهِ۔ (شوریٰ:11)

اس (جوڑا ہونے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے

بسط: اس سے مراد ہے کہ بندے کے شواہد کو مدارجِ علم میں بھیج دیا جائے اور اس کے باطن پر اختصاص کی چادر ڈال دی جائے اور اس طرح کے لوگ اہل تلبیس کہلاتے ہیں۔ اور میدانِ بسط میں انہیں تین معانی میں سے ایک کے لیے پھیلایا گیا ہے اور ہر معنی کے لیے الگ الگ گروہ ہے۔

پہلا گروہ: انہیں خلقِ خدا کے لیے سراپا رحمت بنا کے پھیلایا گیا ہے۔ وہ لوگوں سے

بڑی کشادگی سے پیش آتے ہیں، ان سے انس کرتے ہیں اور لوگ ان سے ضیا پاتے ہیں اور حقائق جمع ہیں اور راز محفوظ ہیں۔

دوسرا گروہ: انہیں اپنے معانی کی قوت اور اپنے مناظر کے پختہ ہونے کے باعث پھیلایا گیا ہے کیونکہ یہ وہ گروہ ہے کہ ان کے شواہد ان کے مشہود میں کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہیں کرتے اور رسوم کی ہوائیں ان کے موجود میں تفرقہ نہیں ڈالتیں۔ المختصر یہ لوگ قبضہ، قبض (یعنی انہیں حالت قبض میں مبتلا نہیں کیا گیا) میں خوش رہ رہے ہوتے ہیں۔

تیسرا گروہ: یہ لوگ راہِ حق پہ ہدایت کے لیے ہمیشہ پرچم کی طرح لہرا رہے ہوتے ہیں اور سالکین کے لیے فروزاں چراغ ہیں۔

باب السکر

قال الله تعالیٰ حاکیًا عن کلیمہٖ (قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ) السکر فی ھٰذا الباب؛اسمٌ یشار بہٖ الیٰ سقوط التمالك فی الطرب، وھٰذا من مقام المحبّین خاصة، فاِنّ عیون الفناء لا تقبلہٗ، ومنازل العلم لا تبلغہٗ، وللسکر ثلاث علاماتٍ، الضیق عن الاشتغال بالخبر والتعظیم قائم، واقتحام لجّة الشوق والتمکن دائم، والغرق فی بحر السرور والصبر ھائمٌ وما سویٰ ھٰذا فحیرةٌ تنحلّ اسم السکر جھلاً اوْ ھیمانٌ یسمّیٰ باسمہٖ جورًا، وما سویٰ ذالك فکلّہٗ یناقض البصائر، کسکر الحرص، وسکر الجھل، وسکر الشھود۔

بابِ سکر

حل لغت: الطرب خوشی یا غم سے جھومنا ھائم محبت کرنے والا، آوارہ پھرنے والا، پیاسا

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کی بات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ۔ (اعراف:143)

آپ نے عرض کیا میرے رب مجھے دیکھادے میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

سکر: حالتِ طرب میں خود رفتہ ہو جانے کا نام ہے اور یہ محبین کے خاص مقامات میں سے ہے کیونکہ فنا کی آنکھیں اسے قبول نہیں کرتیں اور منازلِ علم کی یہاں تک رسائی نہیں۔
سکر کی تین علامات ہیں۔

۱۔خبر میں مشغول ہونے سے تنگی محسوس کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ تعظیم برقرار رہے۔

۲۔شوق کی گہرائی میں گھس جانا اور اس کے ساتھ ساتھ تمکن (قرار پزیر ہونے) میں ہیشگی رہے۔

۳۔بحرِ سرور میں غرق ہو جانا اور اس کے ساتھ ساتھ صبر بھی پھر رہا ہو۔

علاوہ ازیں حیرت ہے جسے جہالت کے باعث سکر کا نام دے دیا جاتا ہے یا وہ ایسی وارفتگی ہے جس کو اس کے اپنے نام میں جور و ستم کہا جاتا ہے۔اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بصیرتیں تسلیم نہیں کرتیں جیسا کہ سکرِ حرص، سکرِ جہالت اور سکرِ شہوت ہے۔

باب الصحو

قال تعالیٰ (حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ) الصحو: فوق السکر، وھو یناسب مقام البسط، والصحو مقام صاعد عن الانتظار مغنٍ عن الطلب، طاھر من الحرج، فإنّ السکر انّما ھو فی الحق، والصحو انّما ھو بالحق، وکلّ ما کان فی عین الحق لم یخل عن حیرۃٍ، ولا حیرۃ الشبھۃ بل حیرۃ فی مشاھدۃ أنوار العزّۃ، وما کان بالحق لم یخل من صحۃ، ولم یخف علیہ من نقیصۃ ولم تتعاورہ علّۃ، والصحو من منازل الحیاۃ وأودیۃ الجمع ولوائح الوجود۔

بابِ صحو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ۔(سبا:23)

یہاں تک کہ جب (شفاعت کرنے والوں کو) ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔تمہارے رب نے کیا حکم دیا انہوں نے کہا کہ حق

فرمایا (یعنی اذنِ شفاعت مل گیا)۔

صحو: یہ سکر سے بالاتر ہے اور یہ مقامِ بسط کے مناسب ہے اور یہ ایسا مقام ہے جو انتظار سے بلند، بے نیاز گرِ طلب اور حرج سے پاک کرنے والا ہے۔ بلاشبہ سکر حق میں اور صحو حق کے ساتھ ہوتا ہے اور جو چیز عینِ حق میں ہو وہ حیرت سے خالی نہیں نیز اس سے مراد شبہ کی حیرت نہیں بلکہ انوارِ عزت کے مشاہدے میں حیرت ہے اور جو چیز حق کے ساتھ ہو وہ یقیناً درست ہی ہے اس میں کسی نقصان کا ڈر نہیں اور اسے کوئی علت افسردہ نہیں کرتی اور صحو منازلِ حیات، جمع کی وادیوں اور وجود کی لوائح (تختیوں) میں سے ہے۔

باب الاتصال

قال الله تعالىٰ (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى) اِياس العقول، فقطع البحث بقوله (أو ادنٰى)، الاتصال ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولىٰ اتصال الاعتصام، ثم اتصال الشهود، ثم اتصال الوجود۔ فاتصال الاعتصام؛ تصحيح القصد، ثمّ تصحيح الارادة، ثمّ تحقيق الحال، والدرجة الثانية اتصال الشهود وهو الخلاص من الاعتلال، والغنٰى عن الاستهلال، وسقوط شتات الاسرار، والدرجة الثالثة اتصال الوجود، وهٰذا الاتصال لا يدرك منه نعتٌ ولا مقدارٌ الّا اسم معار ولمح اليه مشار۔

بابِ اتصال (ملنا)

حلِ لغت: ایاس ناامید کرنا۔ اعتلال مشغول ہونا، مریض ہونا۔ استہلال لوگوں کا پہلی رات کا چاند دیکھنا، آسمان کا پہلی بارش برسانا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ ۔ (نجم)

پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا تو دو کمانوں یا اس سے بھی کمتر فاصلہ رہ گیا۔ خداوند تعالیٰ نے عقول کو مایوس کرتے ہوئے (أو ادنٰى) کے فرمان سے اس بحث کو ختم فرمایا۔

اتصال کے تین درجات ہیں: ۱۔اتصالِ اعتصام ۲۔اتصالِ شہود ۳۔اتصالِ وجود

پہلا درجہ: اتصالِ اعتصام سے مراد قصد کا صحیح کرنا پھر ارادے کا صاف کرنا پھر حال کی تحقیق کرنا ہے۔

دوسرا درجہ: اتصالِ شہود سے مراد علتوں سے نجات پانا ہے، چاند رات کے انتظار سے غنی ہونا ہے اور اسرار کے بکھرے ہونے کا ختم ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: اتصالِ وجود ہے۔اس کی تعریف اور نہ ہی اس کی مقدار کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔بس اس کا ایک عاریتاً لیا گیا نام ہے اور چمک ہے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

باب الانفصال

قال اللہ تعالیٰ (وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ) لیس فی المقامات شیءٌ فیه من التفاوت ما فی الانفصال، ووجوهه ثلاثةٌ۔ الاوّل انفصالٌ هو شرطُ الاتصال، وهو الانفصال عن الكونین بانفصال نظرك الیهما، وانفصال توقّفك علیهما، وانفصال مبالاتك بهما، الثانی انفصالٌ، عن رؤیة الانفصال الذی ذكرنا، وهو ان لایتراءیٰ عندك فی شهود التحقیق شیءٌ، بوصل بالانفصال منهما الیٰ شیءٍ۔ الثالث انفصالٌ عن الاتصال، وهو انفصالٌ عن شهود مزاحمة الاتصال عین السبق، فانّ الاتصال والانفصال علیٰ عظم تفاوتها فی الاسم والرسم فی العلة سیّانِ۔

باب انفصال (جدا ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۔(آلِ عمران:28)

اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔

مقامات میں سے انفصال میں جتنا تفاوت ہے اتنا کسی اور میں نہیں۔اس کی تین وجوہات ہیں۔

اوّل: ایسا انفصال جو شرطِ اتصال ہے۔یہ کونین سے نظریں چرا کر جدا ہونا ہے، ان پر توقف کرنے سے منفصل ہونا ہے اور ان کی طرف دھیان دینے سے جدا ہونا ہے۔

دوم: مذکورہ بالا انفصال کی رؤیت سے جدا ہونا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شہودِ تحقیق (حقیقت کو دیکھنا) میں کسی اور چیز کو نہ دیکھا جائے۔ ان دونوں (درجات) سے جدائی کے ذریعے کسی اور چیز تک پہنچا جاتا ہے۔

سوم: اتصال سے انفصال ہے۔ پہلے سے لکھی گئی تقدیر کے عین سے اتصال کی مزاحمت کے دیکھنے سے الگ ہونا ہے۔ کیونکہ اتصال وانفصال اپنے اپنے نام ورسم میں بہت بڑے فرق کے باوجود علت میں برابر ہیں۔

واماّ قسم النهايات

فهو عشرة أبواب؛ وهى المعرفة، والفناء، والبقاء، والتحقيق، والتلبيس، والوجود، والتجريد، والتفريد، والجمع، والتوحيد

اقسامِ نہایات

یہ دس ابواب ہیں۔ معرفت، فنا، بقا، تحقیق، تلبیس، وجود، تجرید، تفرید، جمع، توحید

باب المعرفة

قال الله تعالىٰ (وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ) المعرفة احاطة بعين الشىء كما هو، وهى علىٰ ثلاث درجاتٍ، والخلق فيها علىٰ ثلاث فرقٍ، الدرجة الاولىٰ؛ معرفة الصفات والنعوت، وقد وردت أساميها بالرسالة وظهرت شواهدها فى الصيغة، بتبصير النور القائم فى السر، وطيب حياة العقل بزرع الفكر، وحياة القلب بحسن النظر بين التعظيم وحسن الاعتبار، وهى معرفة العامة الّتى لا تنعقد شرائط اليقين الا بها وهى على ثلاثة اركانٍ۔ احدها اِثباتُ الصفة باسمها من غير تشبيهٍ، ونفى التشبيه عنها من غير تعطيلٍ والاياس من ادراك كنهها وابتغاءِ تأويلها، والدرجة الثانية معرفة الذات مع اسقاط التفريق بين الصفات والذات، وهى تثبت بعلم الجمع وتصفو فى ميدان الفناء، وتستكمل بعلم البقاء، وتشارفُ بعين الجمع۔ وهى ثلاثة اركانٍ؛ ارسالُ الصفات علىٰ الشواهد وارسال الوسائط علَى المدارج، وارسالُ العباراتِ علَى المعَالَم وهى معرفةُ الخاصةِ الّتى تُؤنِسُ مِن أُفقِ الحقيْقَةِ۔ والدرجة الثالثة معرفةٌ مستغرقةٌ فى محض التعريف لا يوصل اليها الاستدلال، ولا يدلّ عليها شاهد، ولا تستحقها وسيلة، وهى علىٰ ثلاثة أركانٍ؛ مشاهدة القلوب، والصعود عن العلم، ومطالعة الجمع، وهى معرفة خاصة

الخاصۃ۔

بابِ معرفت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ۔ (مائدہ:83)

اور جب سنتیں ہیں جو رسول ﷺ کی طرف نازل کیا گیا تو حق سے جو انہوں نے پہچان لیا ہے کے باعث آپ دیکھیں گے ان کی آنکھوں کو کہ آنسو برسا رہی ہیں۔

معرفت: عینِ شیٔ کا یوں احاطہ کرنا ہے کہ جس طرح وہ ہو۔ اس کے تین درجات ہیں اور اس میں مخلوق کے تین گروہ ہیں۔

پہلا درجہ: یہ صفتوں اور نعتوں کی پہچان حاصل کرنا ہے اور پیغامِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام میں ان کے اسما آئے ہوئے ہوئے ہیں اور صیغہ میں انہیں پہچانا جا چکا ہے۔ نیز نورِ قائم کا نہاں خانہءراز میں بینائی کو روشن کرنے، حیاتِ عقل کا فکر کی کھیتی میں خوشگوار ہونے اور حسنِ اعتبار و تعظیم کے مابین حسنِ نظر سے دل کے زندہ ہونے کی بدولت صفات کے شواہد بناوٹ میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ یہ عام لوگوں کی معرفت ہے اور شرائطِ یقین اسکے بغیر منعقد نہیں ہو پاتیں۔ اس کے تین ارکان ہیں

۱۔ صفت کو بغیر کسی تشبیہ کے اپنے اسم سے ثابت کرنا ۲۔ صفت کی تعطیل (بے عمل کر دینا) کے بغیر اس سے تشبیہ کی نفی کرنا ۳۔ صفت کی حقیقت کے ادراک اور اس کی تاویل کر سکنے سے مایوس ہو جانا۔

دوسرا درجہ: اس سے مراد صفتوں اور ذات کے درمیان تفریق کو ختم کرتے ہوئے معرفتِ ذات حاصل کرنا ہے۔ یہ علمِ جمع سے ثابت ہوتی ہے، میدانِ فنا میں صاف ہوتی ہے، علمِ بقا سے مکمل ہوتی ہے اور جمع کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔

اس کے تین ارکان ہیں: ۱۔ صفات کو شواہد پہ پیش کرنا ۲۔ واسطوں کو مدارج پہ پیش کرنا

۳۔عبارات کونشانیوں پہ پیش کرنا۔ یہ خاص لوگوں کی معرفت ہے جوافقِ حقیقت سے مانوس ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی معرفت جو خالص پہچان میں مستغرق ہو اور یہاں تک استدلال کی رسائی نہیں، کوئی دلیل اس پہ راہنمائی نہیں کرتی اور کوئی وسیلہ اس کا حقدار نہیں۔

اس کے تین ارکان ہیں۔ ا۔دلوں کا مشاہدہ کرنا ۲۔علم سے آگے گزر جانا ۳۔جمع کا مطالعہ کرنا اور یہ خواص میں سے بھی خاص لوگوں کی معرفت ہے۔

باب الفناء

قال اللہ تعالیٰ (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝)

الفناء فی ھٰذا الباب؛ اضمحلالُ مادون الحق علمًا، ثمّ جحدًا، ثمّ حقًا، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ فناء المعرفة فی المعروف وھو الفناء علمًا، وفناء العیان فی المعاین وھو الفناء جحدًا وفناء الطلب فی الوجود وھو الفناء حقًا۔ والدرجة الثانیة فناء شھود الطلب لاسقاطہٖ، وفناء شھود المعرفة لاسقاطھا، وفناء شھود العیان لاسقاطہٖ۔ والدرجة الثالثة الفناء عن شھودا لفناء، وھو الفناء حقًا، شائمًا برق العین، راکبًا بحر الجمع، سالکًا سبیل البقاء۔

بابِ فنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ۔(رحمٰن)

جو کچھ اس (زمین) پہ ہے فانی ہے اور عزت وجلال والے رب کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اس باب میں فنا سے مراد حق کے علاوہ سب کچھ کا علم کے لحاظ سے پھر انکار کے لحاظ سے اور پھر حقیقتاً ختم ہوجانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: معرفت کا معروف (جس کی پہچان حاصل کی گئی ہو) میں فنا ہونا اور یہ علم

کے لحاظ سے فنا ہے، آنکھوں کے دیکھنے کا دِکھائی دینے والے میں فنا ہونا یہ انکار کے لحاظ سے فنا ہے اور وجود میں طلب کا فنا ہونا ہے۔

دوسرا درجہ: طلب کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ طلب کا فنا ہونا، معرفت کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ معرفت کا فنا ہونا اور آنکھوں سے دیکھنے کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ عیان (آنکھوں کے دیکھنے) کا فنا ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: عین کی بجلیاں چمکنے کی سمت کو دیکھتے ہوئے اور جمع کے سمندر پہ سوار ہوتے ہوئے اور راہِ بقا میں چلتے ہوئے شہودِ فنا سے بھی فنا ہے۔ اور یہی حقیقت میں فنا ہے۔

باب البقاء

قال الله تعالیٰ (وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى) البقاء؛ اسمٌ لما بقی قائمًا بعد فناء الشواهد وسقوطها وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ بقاء المعلوم بعد سقوط العلم عينًا لا علمًا۔ والدرجة الثانية بقاء المشهود بعد سقوط الشهود وجودًا لا نعتًا۔ والدرجة الثالثة بقاء من لم يزل حقًا، باسقاط من لم يكن محوًا۔

بابِ بقا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ (طٰہٰ: 73)

اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

بقا: شواہد کے فنا اور ان کے سقوط کے بعد جو قائم رہے اس کا نام ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سقوطِ علم کے بعد معلوم کا علمی طور پہ نہیں بلکہ عینی طور پہ باقی رہنا ہے۔

دوسرا درجہ: سقوطِ شہود کے بعد مشہود کا صرف بیانی طور پہ نہیں بلکہ وجودی طور پہ باقی ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: غیر ازلی (جو نہ تھا) کو مٹاتے ہوئے ساقط کرنے کے بعد ازلی کو حقیقتاً باقی رکھنا ہے۔

باب التحقيق

قال الله تعالىٰ (اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ) التحقيق؛ تلخيص مصحوبك من الحق، ثمّ بالحق ،ثمّ فى الحق، وهٰذا اسماء درجاتٍ ثلاثٍ، أمّا الدرجة الاولىٰ تلخيص مصحوبك من الحق، وأنْ لا يخالج علمك علمهٗ۔ وامّا الدرجة الثانية فانْ لا ينازع شهودك شهودهٗ۔ وامّا الدرجة الثالثة فان لا يناسم رسمك سبقهٗ فتسقط الشهادات، وتبطل العبارات، وتفنى الاشارات۔

بابِ تحقیق

ارشادِ باری تعالیٰ ہیں: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ۔(بقرہ:260)
کیا تمہیں یقین نہیں؟ عرض کیا (حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کیوں نہیں! لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔

تحقیق: ۱۔ اپنی ذات کو حق سے خالص کرنا ہے ۲۔ پھر حق کے ساتھ خالص کرنا ہے ۳۔ پھر حق میں خالص کرنا ہے اور یہ تین درجات کے نام ہیں۔

پہلا درجہ: اپنی ذات کو حق سے خالص کرنا اور یہ کہ تیرا علم اس کے علم کے ساتھ الجھاؤ نہ کرے۔

دوسرا درجہ: تیرا شہود اس کے شہود سے جھگڑا نہ کرے۔

تیسرا درجہ: تیرا رسم (نشان) اس کی شانِ سبقت سے قریب نہ ہونے پائے پھر شہادات ساقط ہوجاتی ہیں، عبارات باطل ہوجاتی ہیں اور اشارات فنا ہوجاتے ہیں۔

باب التلبيس

قال الله تعالىٰ (وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ) التلبيس؛ توريةٌ بشاهدٍ معارٍ عن موجودٍ قائمٍ، وهو اسمٌ لثلاثة معانٍ۔ اوّلها؛ تلبيس الحق بالكون علىٰ أهل التفرقة، وهو تعليقهٗ الكوائنَ بالاسباب والاماكن والأحايين وتعليقهٗ

المعارفَ بالوسائط والقضايَا بالحجِج، والاحكامَ بالعِلَلِ والانتقامَ بِالجنايَاتِ، والمثوبةَ بالطَّاعَاتِ، واخفَى الرِضا والسخط اللذَيْنِ يوجبان الوصل والفصلَ، ويظهران السعادة والشقاوة۔ والتلبيسُ الثانى تلبيسُ اهلِ الغيرةِ علَى الاوقات باِخفائها وعلَى الكرامات بكتمانها، والتلبيس بالمكاسب والاسباب والتعلقِ الظاهرِ بالشواهد والمكاسب ، تلبيسًا علَى العيون الكليلة والعقولِ العَليةِ مع تصحيحِ التحقيقِ عقدًا وسلوكًا و معاينة، وهٰذه الطائفة رحمة من الله تعالىٰ على اهل التفرقة والاسباب فى ملابستهم۔ والتلبيسُ الثالثُ تلبيسُ اهلِ التمكين علَى العالم ترحّما عليهم بملابسة الاسباب توسّعا علَى العالم لالِانفسهم ، وهذه درجة الانبياء صلوات الله وسلامهٗ عليهم اجمعين، ثمّ للأئمّة الربّانيّين الصادرين عن وادى الجمع ، والمشيرين عن عينه۔

بابِ تلبیس (جامہ پوشیدن)

حلِ لغت: توریہ۔ چھپانا، عن کذا حقیقت کو چھپانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ۔ (انعام:9)

ہم ان پر وہی شبہ وارد کردیتے جو شبہ وہ کرر ہے ہیں

تلبیس: شاہد معار (عارضی) کے ذریعے موجود قائم کی حقیقت کو چھپادینا ہے اور یہ تین معانی کے لیے ہے۔

پہلا معنی: حق کو کائنات کے ذریعے اہلِ تفرقہ سے چھپانا ہے اور اس سے مراد حق کا کائنات کے امور کو اسباب، جگہوں اور اوقات کے ساتھ معلق کرنا ہے۔ نیز معرفتوں کا واسطوں سے، فیصلوں کا دلیلوں سے، احکام کا علتوں سے، انتقام کا جنایات (جرموں) سے اور ثواب کا طاعتوں سے معلق کرنا ہے۔

اور اس رضا و ناراضگی کو مخفی رکھا ہے جو وصل و فصل کا سبب ہیں اور سعادت و شقاوت کو ظاہر کرتے ہیں۔

دوسری تلبیس: اس سے مراد اہلِ غیرت کا اوقات کو مخفی کرنا اور کرامات کو چھپانا ہے اور اس سے مراد وہ تلبیس بھی ہے جو مکاسب (کارناموں) اور اسباب کے ساتھ ہے اور شواہد و کارناموں کے ساتھ ظاہری تعلق کے ذریعے ہے۔

اور یہ تلبیس درماندہ نگاہوں اور بیمار ذہنوں پہ ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ساتھ عہد و پیمان، سلوک اور معائنے کے لحاظ سے تحقیق کو درست رکھا جاتا ہے اور یہ طائفہ اہلِ تفرقہ و اسباب پر ان کی ملابست میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔

تیسری تلبیس: اس سے مراد وہ تلبیس ہے جو اہلِ تمکین کا اسباب کو اپناتے ہوئے جہاں والوں پہ رحم اور فراخی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے نہ کہ وہ اپنے لیے ایسا کرتے ہیں۔

اور یہ انبیا علیہم الصلوات والسلام کا درجہ ہے پھر وادیٔ جمع سے نکلنے والے اور اس کے عین کی طرف اشارہ کرنے والے ائمہ ربانیین کا درجہ ہے

باب الوجود

قد اطلق الله عزّوجلّ فی القرآن الکریم اسمَ الوجود علیٰ نفسهٖ فی مواضعَ فقال (یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا، وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ، لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا)

الوجود؛ اسمٌ للظفر بحقیقة الشیء، وهو اسم لثلاثة معانٍ۔ الاوّل وجودُ علمٍ لدنّیٍ، بقطع علوم الشواهد فی صحة مکاشفة الحق ایّاك۔ الثانی وجود الحق وجود عین، منقطعًا عن مساغ الاشارة۔ الثالث وجود مقام اضمحلالٍ، رسم الوجود فیه بالاستغراق فی الازلیّة۔

بابِ وجود

حل لغت: مساغ گنجائش۔ اضمحلال نیست ہونا۔ رسم لکھنا

اللہ عزَّ وجل نے قرآنِ مجید میں اسمِ وجود کو چند جگہوں پر اپنے لیے استعمال فرمایا ہے:

یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (نساء:110)۔ وہ اللہ کو غفور ورحیم پائے گا۔

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ۔ (نور:39)۔ اور اس نے اللہ کو اپنے ہاں پالیا۔

لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا۔ (نساء:64)۔تو وہ اللہ کو بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا، مہربان پائیں گے۔

وجود: اس سے مراد کسی چیز کی حقیقت پہ کامیاب ہونا ہے اور یہ تین معانی کا نام ہے۔

پہلا معنی: علمِ لدنی کا پالینا ہے جو کہ حق تعالیٰ کا تجھے دیکھنے میں شواہد کے علوم کو ختم کر دینا ہے۔

دوسرا معنی: اشارہ کی گنجائش سے منقطع ہوتے ہوئے حق کو وجودِ عین سے پالینا ہے۔

تیسرا معنی: مقامِ اضمحلال (نیست ہونا) کو پالینا ہے اور اس میں رسم وجود اس طرح ہو کہ ازلیت میں استغراق ہو۔

باب التجريد

قال الله تعالىٰ (فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ) التجريد: انخلاعٌ عن شهود الشواهد، وهو علىٰ ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ تجريد عين الكشف عن كسب اليقين۔ الدرجة الثانية تجريد عين الجمع عن درك العلم۔ الدرجة الثالثة تجريد الخلاص عن شهود التجريد۔

بابِ تجرید

حلِ لغت: الخلاص۔کھوٹ سے خالص ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ۔ (طٰہٰ:12)

پس آپ اپنے دونوں جوتے اتار دیجئے۔

تجرید: اس سے مراد شواہد کے مشاہدے سے نکل جانا ہے۔اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: کشف کو کسبِ یقین سے خالی کرنا ہے

دوسرا درجہ: عینِ جمع کو علم کے پالینے سے خالی کرنا ہے

تیسرا درجہ: اپنے کھرے پن کو تجرید کے مشاہدے سے خالی کرنا ہے۔

باب التفريد

قال الله تعالیٰ (وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ) التفريد اسم لتخليص الاشارة الَى الحق، ثمّ بالحق ثمّ عن الحق، امّا تفريد الاشارة الَى الحق فعلىٰ ثلاث درجاتٍ؛ تفريد القصد عطشًا، ثمّ تفريد المحبّة قلقًا، ثمّ تفريد الشهود اتّصالًا۔ وامّا تفريد الاشارة بالحق فعلىٰ ثلاث درجاتٍ؛ تفريد الاشارة بالافتخار بوحًا، وتفريد الاشارة بالسلوك مطالعةً، وتفريد الاشارة بالقبض غيرةً۔ وامّا تفريد الاشارة عن الحق؛ فانبساطٌ ببسطٍ ظاهرٍ، يتضمن قبضًا خالصًا للهداية الَى الحق والدعوة اليه۔

بابِ تفرید

حلِ لغت: بوحاً۔ ظاہر کرنا، ظاہر ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔ (نور:25)

اور وہ جانتے ہیں بیشک اللہ ہی واضح حق ہے۔

تفرید: اشارہ کو حق کی طرف، پھر حق کے ساتھ، پھر حق سے خالص کرنے کا نام ہے

۱۔ تفرید الاشارہ الیٰ الحق

حق کی طرف اشارہ کی تفرید کے تین درجات ہیں۔ ۱۔ پیاسا بنتے ہوئے قصد کرنا ۲۔ محبت کو دلی تڑپ رکھتے ہوئے خالص بنانا ۳۔ شہود کو اتصال کے ساتھ خالص بنانا

۲۔ تفرید الاشارہ بالحق

حق کے ساتھ اشارہ کی تفرید کے تین درجات ہیں۔ ۱۔ اشارہ کا ظاہراً افتخار کے ساتھ منفرد ہونا ۲۔ اشارہ کا مطالعہ کے باعث سلوک کے ساتھ منفرد ہونا ۳۔ اشارہ کا غیرت کے باعث قلبی گھٹن کے ساتھ منفرد ہونا۔

۳۔ تفرید الاشارہ عن الحق

حق سے تفریدِ اشارہ سے مراد وہ انبساط (کشادگی) ہے جس میں کشادگی واضح طور پر

جھلک رہی ہو۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں حق کی طرف ہدایت اور اس کی طرف دعوت کی خاطر خالص قلبی گھٹن بھی پائی جاتی ہو۔

باب الجمع

قال الله تعالیٰ (وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ) الجمع: ما اسقَطَ التفرِقَةَ وَقَطَعَ الاِشَارَةَ، وَشَخَصَ عن الماء والطين بعد صحة التمكين والبراءة من التلوين، والخَلاصُ من شهود الثَنوية، والتنافی من احساس الاعتلال والتنافی مِنْ شهود شهودها، وهو علی ثلاث درجاتٍ؛ جمع علمٍ، ثمّ جمع وجودٍ، ثمّ جمع عینٍ۔ فامّا جمع العلم؛ فهو تلاشی نهایة الاتصال فی عین الوجود محقًا۔ وامّا جمع العین فهو تلاشی کلّ ما نقلهٔ الاشارة فی ذات الحق حقًا، والجمع غایة مقامات السالکین وهو طرف بحر التوحید۔

بابِ جمع

حل لغت: شخص۔ اس نے دوسری چیز سے تمیز دی، الثنویۃ۔ دوئی، تلاشی معدوم ہو جانا۔صرف خالص

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ (انفال:18)

اورآپ نے نہیں پھینکا (کنکریوں کو) جب پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا۔

جمع: اس سے مراد وہ حالت رکیفیت ہے جو تفرقہ کو ساقط کر دے، اشارہ کو قطع کر دے، صحتِ تمکین کے بعد پانی اور مٹی سے ممتاز کر دے نیز یہ مختلف رنگینیوں سے آزاد ہونا ہے، دوئی کے مشاہدے سے نجات پانی ہے، علتوں کے احساس کی نفی کرنا ہے اور ان کے شہود کے شہود سے بھی نفی کرنا ہے۔اور اس کے تین درجات ہیں ا۔جمعِ علم ۲۔جمع وجود ۳۔جمعِ عین

ا۔جمعِ علم: اس سے مراد علمِ شواہد کا خالص علم لدنی میں گم ہو جانا ہے

۲۔جمعِ وجود: اس سے مراد اس امر کو حقیقت بنانا ہے کہ اتصال کی انتہا عین وجود میں معدوم ہو جائے

۳۔ جمعِ عین: اس سے مراد ہے کہ ہر وہ بات جسے اشارے نے معدوم کیا ہو وہ ذاتِ حق میں حقاً معدوم ہو جائے اور جمع سالکین کے مقامات کی انتہا ہے اور یہ توحید کے سمندر کا کنارہ ہے۔

باب التوحید

قال الله عزّ وجلّ (شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) التوحيد: تنزيه الله تعالٰى عن الحدث، وانّما نطق العلماء بما نطقوا به، واشار المحقّقون بما اشاروا اليه فى هٰذا الطريق، لقصد تصحيح التوحيد، والتوحيد على ثلاثة اوجهٍ، الوجه الاوّل توحيد العامة؛ وهو الّذى يصحّ بالشواهد۔ والوجه الثانى توحيد الخاصة، وهو الّذى يثبت بالحقائق۔ والوجه الثالث توحيدٌ قائمٌ بالقدم، وهو توحيد خاصة الخاصة۔ فامّا التوحيد الاوّل؛ فهو شهادة انْ لا اله الّا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ، الاحد الصمد الّذى لم يلد ولم يولد ولم يكن لهٗ كفوًا احد، هٰذا هو التوحيد الظاهر الجلى الّذى نفَى الشرك الاعظم، وعليه نُصِبَتِ القبلة، وبهٖ وَجَبَت الذّمَّةُ وبهٖ حُقِنَت الدماء والاموال، وانفصلت دار الاسلام عن دار الكفر، وصحّت به الملّة من العامّة وانْ لم يقوموا بحق الاستدلال بعد اَنْ سَلِمُوْا من الشبهة والحيرةِ والريبةِ، وبصدق شهادةٍ صَحَّحها قبولُ القلب۔ هٰذا توحيد العامّة الّذى يصحّ بالشواهد والشواهد هى الرسالة، والصنائع تجب بالسمع، وتوجد بتبصير الحق تعالٰى، وتنمو على مشاهدة الشواهد۔ وامّا التوحيد الثانى الّذى يثبت بالحقائق؛ فهو توحيد الخاصة، وهو اسقاط الاسباب الظاهرة، والصعود عن منازعات العقول وعن التعلّق بالشواهد، وهو انْ لايشهد فى التوحيد دليلاً، ولا فى التوكّل سببًا، ولا فى النجاة وسيلةً، فيكون مشاهدًا سبق الحق تعالٰى بحكمهٖ وعلمهٖ ووضعهٖ الاشياءَ مَوَاضِعَهَا، وَتَعْلِيْقِهٖ ايّاها بِاَحَايِيْنِها وَاِخْفَائهٖ ايّاها فى رسومها، ويحقّق معرفة الْعِلَلِ وَيَسْلُكُ سَبِيْلَ اِسْقَاطِ الحدث هٰذا توحيد الخاصة الّذى يصحّ بعلم الفناء

ويصفونی عِلْمِ الجمع ، ويجذب الی توحيد ارباب الجمع۔ وامّا التوحيد الثالث فهو توحيدٌ اختصهٗ الحق تعالیٰ لنفسهٖ واستحقهٗ لقدرهٖ ، والاح منه لائحًا الی اسرارِ طائفةٍ من صفوتهٖ واخرسهُم من نعتهٖ واعجزهم عن بثّهٖ، والّذی يشار بهٖ اليه عن السن المشيرين انّه اسقاط الحدث واثبات القِدم، وعلیٰ اَنَّ هٰذا الرمز فی ذٰلك التوحيد علّة لا يصحّ ذٰلك التوحيد الّا باسقاطها وهٰذا قطب الاشارة اليه علَی السن علماء هٰذا الطريق، وانْ زخرفوا لهٗ نعوتا وفصلوه فصولاً، فاِنّ ذٰلك التوحيد تزيده العبارة خفاءً، والصفة نورًا، والبسط صعوبةً، الی هٰذا التوحيد شخصَ اهلُ الرياضات وارباب الاحوال والمقامات، واليه قصد اهل التعظيم، واياه عنی المتكلّمون فی عين الجمع، وعليه تصطلم الاشارات ثمّ لم ينطق عنه لسانٌ ولم تشر اليه عبارةٌ، فانّ التوحيد وراء ما يشير اليه مكونٌ اوْ يتعاطاه حِيَزٌ او يقلّهٗ سببٌ، وقد اجبت فی سالف الزمان سائلاً سألنی عن توحيد الصوفية بهٰذهِ القوافِی الثلاث نظمًا:

ما وُحّد الواحد من واحدٍ اذْ كلّ منْ وحّدهٗ جاحدٌ
توحيد من ينطق عن نعتهٖ عبارةٌ ابطلها الواحد
توحيدهٗ اياه توحيدهٗ ونعت من ينعتهٗ لاحد

والله سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

بحمد الله تمّ كتابة الكتاب علَی الكمبيوتر فی اليوم السابع مضی من الشهر الكريم الربيع الاوّل سنة ۱۴۴۰ من الهجرة موافقًا ۲۰۱۸/۱۱/۱۵م

بابِ توحید (یکتا کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ (آلِ عمران:18)
اللہ نے گواہی دی کہ بیشک اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
توحید: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو حدث سے پاک ماننا ہے اس بارے میں علما نے جو

کچھ بیان کیا ہے اور محققین نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس میں ان کا قصد یہ تھا کہ توحید کی درستگی کر دی جائے اور اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ عام لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو شواہد کے ساتھ درست ہو

۲۔ خاص لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو حقائق کے ساتھ درست ہو

۳۔ خاص ترین لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو قِدم (ازل) کے ساتھ قائم ہو

پہلی توحید: اس سے مراد اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس یکتا کا کوئی شریک نہیں، وہ ایسا یکتا اور بے محتاج ہے جس کی اولاد نہیں، اسے کسی نے جنم نہیں دیا اور کوئی ایک بھی اس کا ہم پلہ نہیں۔ یہ وہ ظاہر اور واضح توحید ہے جس نے شرکِ اعظم کی نفی کر دی، اسی توحید پہ قبلہ مقرر ہوا ہے، اسی کی بدولت بندہ ذمہءِ خدا میں آجاتا ہے، اسی کی بدولت جان و مال محفوظ ہوتے ہیں، دار الاسلام اور دار الکفر جدا جدا ہوتے ہیں۔ اور ملت دیگر لوگوں سے جدا ہو جاتی ہے۔

یہ عام لوگوں کی توحید ہے جو شواہد کے ساتھ صحیح ہوتی ہے اور شواہد سے مراد رسالت اور وہ کاریگریاں ہیں جو سماعت (سننے) سے ثابت ہوتی ہیں، حق تعالیٰ جب بصیرت عطا فرماتا ہے تو پائی جاتی ہیں اور شواہد کے مشاہدے سے پروان چڑھتی ہیں۔

اور تصدیقِ قلبی کے ذریعے شک وشبہ اور حیرت سے محفوظ ہونے کے بعد اگرچہ یہ لوگ حقِ استدلال سے قائم نہ بھی ہوں (تب بھی کوئی حرج نہیں)

دوسری توحید: اس سے مراد وہ توحید ہے جو حقائق سے ثابت ہوتی ہے اور یہ خاص لوگوں کی توحید ہے۔ یہ اسبابِ ظاہری کو ساقط کرنا ہے نیز عقلی جھگڑوں اور شواہد کے ساتھ چمٹے رہنے سے بالاتر ہونا ہے۔

اور یہ اس طرح ہے کہ توحید میں کسی دلیل کو، توکل میں کسی سبب کو اور نجات میں کسی وسیلے کا مشاہدہ نہ کرے بالآخر بندہ حق تعالیٰ کے حکم، علم، اشیا کو اپنی جگہ رکھنے، انہیں اپنے اوقات کے ساتھ معلق کرنے، انہیں اپنی رسوم کے ساتھ معلق کرنے اور انہیں اپنی رسوم میں

مخفی کرنے میں اسی کی سابقیت کا مشاہدہ کرنے لگے گا اور علتوں کی تحقیق اور حدث کو ساقط کرنے کی روش پہ چل پڑے گا۔ یہ خواص کی توحید ہے جو علمِ فنا سے صحیح ہوتی ہے، علمِ جمع میں صاف ہوتی ہے اور اربابِ جمع کی توحید کی طرف کھینچتی ہے۔

تیسری توحید: یہ وہ توحید ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور اس کی قدر و منزلت کے باعث اسے اپنا ہی حق قرار دیا ہے اور اپنے برگزیدہ گروہ کے اسرار کی طرف اس کی ایک چمک کو ظاہر فرمایا ہے پھر انہیں اس کے بیان سے گنگ کر دیا اور اس کے پھیلانے سے عاجز کر دیا۔

اشارہ کنندگان کی زبانی اس کے بارے میں جو اشارہ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حدث (نورِ قدیم کے بعد کی تجلیات) کو ساقط کر دیا جائے اور قِدم کو ثابت کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رمز (حدث) اس توحید میں ایک علت رکھتی ہے اور اس کے ساقط کیے بغیر یہ توحید درست نہیں ہو سکتی۔

اس طریق کے علما کی زبانی یہی بات اس توحید کی طرف اشارہ کے لیے اصل و مدار ہے اگرچہ انہوں نے اس بارے میں کئی تعریفوں کے موتی پروئے اور فصول تحریر کی ہیں۔

کیونکہ یہ وہ توحید ہے عبارت جسے مخفی کر دیتی ہے، بیان اس سے مزید دور کر دیتا ہے اور وضاحت مشکل پیدا کر دیتی ہے۔ اسی توحید کی طرف اہلِ ریاضات، احوال اور مقامات والے لوگوں کی نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں، اسی کی طرف اہلِ تعظیم نے قصد کیا ہے، عینِ جمع میں متکلمین نے یہی مراد لی ہے اور اسی پہ آکر اشارات کا ٹکراؤ ہوا ہے پھر اس کے لیے زبان بولتی نہیں اور کوئی عبارت اشارہ نہیں کرتی کیونکہ یہ توحید اس سے ورا ہے کہ بنائی گئی مخلوق اس کے بارے اشارہ کرے، کوئی حد بندی اسے گھیر لے یا کوئی سبب اس میں کمی پیدا کرے۔ گزرے دنوں میں ایک سائل نے مجھ سے صوفیا کی توحید کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے ان تین اشعار میں جواب دیا

ما وُحِّدَ الواحدُ من احد   اذ کلّ من وحّدہٗ جاحد

توحید من ینطق عن نعته   عبارة أبطلَها الواحد

توحیدہٗ ایّاہ توحیدہٗ   ونعت من ینعت لاحد

ا۔ کسی ایک سے بھی اس واحد کے ایک ہونے کو بیان نہ کیا گیا کیونکہ جس کسی نے اسے ایک کہا اس نے انکار کیا

۲۔ جو شخص اس کے بارے میں بیان کرتا ہے اس کی توحید کی ایسی عبارت ہے جسے واحد نے باطل کر دیا ہے

۳۔ اس کا اپنے آپ کو ایک بنانا یہی اس کی توحید ہے اور جو (نا آشنا) اس کے بارے میں بیان کرتا ہے اس کا بیان زندیقیت ہے۔

واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner